بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ

"جاتے ہیں ہم کسی کی ملاقات کے لئے"

وطنِ اصلی کی محبت

آبائی وطن کی محبت میں سعادتمند بوڑھوں اور بیماروں کے شوق ومشاغل
اور
پڑاؤ سے کوچ کا وقت قریب ہونے اور شام ہوجانے پر مہلت کے لمحات میں
کیا شوق اور کیا کیا دعائیں ہونی چاہیے

مؤلفہ ● قدوۃ السالکین مخدوم العلماء حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ
خلیفۂ ارشد ● قطب العالم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وطنِ اصلی کی محبّت

مؤلفہ

قدوۃ السالکین مخدوم العلماء حضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب

(مدنی)

خلیفہ ارشد: قطب العالم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ

حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۱۸ صفر المظفر ۱۴۴۴

وطنِ اصلی کی محبّت

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

مُؤلّفہ

قدوۃ السالکین مخدوم العلماء حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تمہید"

الحمد للہ رب العٰلمین ○ الرحمن الرحیم ○ الذی خلق الموت و الحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ○ والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلق سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ بقدر حسنہ وجمالہ الذی قال ان اللہ جمیل یحب الجمال۔

اللہ تعالیٰ کی پاک ذات حسن وجمال کا سرچشمہ ہے اور حسن اپنی خوبیوں کا ظہور چاہتا ہے۔ علماء وعارفین پر کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے اپنی محبت (یعنی چاہنے) کا ظہور اس طور پر فرمایا کہ اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو اپنے نور کے فیض سے پیدا فرما کر عرصہ تک اپنے سامنے رکھا۔ پھر اسی نور سے تمام مخلوق کو طرح طرح سے پیدا فرما کر اپنی مختلف صفاتِ عالیہ کا مظہر بنایا۔ حضرت نانوتوی رح اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اپنے "قصیدۂ بہاریہ" میں فرماتے ہیں:

تو آئینہ ہے کمالاتِ کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

مالکِ حقیقی نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اشرف المخلوقات انسانوں میں

فہرست مضامین

فہرست

مضمون	صفحہ
تمہید	۷
حصولِ مقصد کے لئے لائحۂ عمل۔	۲۲
اللہ پاک سے طاعت سے تعلق نہ ہوسکا تو معذرت سے سہی۔	۲۳
امتِ مرحومہ کی عام عمریں۔	۲۴
عمر گذشتہ کا عوض نہیں اور عمر موجودہ بے بہا ہے۔	۲۵
حب الوطن من الایمان	۲۶
دنیا اور آخرت کی زندگی کی مثال۔	۲۸
مؤمن کے لئے مصائب میں حکمت۔	۲۸
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصیحت۔	۲۹
وطن واپس آنے والے کا استقبال۔	۳۰
موت کے شوق کی دعائیں۔	۳۲
بلا حساب کتاب جنت میں داخلہ کی امید۔	۳۴
ایک اہم تنبیہ	۳۵
عبادت کے لئے فراغت۔	۴۰
جھوٹی غیرت کے پردہ میں حرص وتکبر۔	۴۳
موتوا قبل ان تموتوا۔	۴۵
قلبی اعمال۔	۴۶
توضیح وتشریح۔	۴۸
ہلکے پھلکے بیحد قیمتی بدنی اعمال۔	۵۳
وطنِ اصلی کی مدح۔	۵۷
مراقبۂ زندگی۔	۵۹
کتاب کا خلاصہ۔	۶۱
عرضِ آخر۔	۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تمہید"

الحمد للہ رب العٰلمین ○ الرحمن الرحیم ○ الذی خلق الموت و الحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ○ والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلق سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ بقدر حسنہ وجمالہ الذی قال ان اللہ جمیل یحب الجمال۔

اللہ تعالیٰ کی پاک ذات حسن وجمال کا سرچشمہ ہے اور حسن اپنی خوبیوں کا ظہور چاہتا ہے۔ علماء وعارفین پر کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے اپنی محبت (یعنی چاہنے) کا ظہور اس طور پر فرمایا کہ اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو اپنے نور کے فیض سے پیدا فرما کر عرصہ تک اپنے سامنے رکھا۔ پھر اسی نور سے تمام مخلوق کو طرح طرح سے پیدا فرما کر اپنی مختلف صفاتِ عالیہ کا مظہر بنایا۔ حضرت نانوتوی رح اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اپنے "قصیدۂ بہاریہ" میں فرماتے ہیں:

تو آئینہ ہے کمالاتِ کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

مالکِ حقیقی نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اشرف المخلوقات انسانوں میں

سے کچھ کو اپنے فضل کے لئے خاص فرمایا۔ اور بعض کو اپنے کرم کے اظہار کے لئے بنایا۔ اور کچھ میں اپنی صفتِ عدل کو جاری فرمایا۔ بقیہ تمام کائنات دنیا و آخرت کی ہر چیز کو انسان ہی کے لئے پیدا فرمایا۔ دنیا میں تمام جاندار اور بے جان چیزیں حضرتِ انسان کی بلاواسطہ اور بالواسطہ خدمت کے لئے ہیں۔ سب کی پیدائش کا بس یہی ایک مقصد ہے۔ ان کو اس خدمت کا آخرت میں کوئی بدلہ، کوئی ثواب نہیں دیا جائے گا۔ مثلاً اگر گائے آخرت میں یہ مطالبہ کرے کہ انسان نے ساری عمر میرا دودھ پیا، میرا گوشت کھایا اور میری ہڈی اور چمڑے کو کام میں لایا۔ اس لئے مجھے اس خدمت کا کچھ بدلہ ملے اور چند لمحوں کے لئے مجھے جنت میں داخلہ مل جائے، تو یہ نہیں ہوگا۔ ان حیوانات کو تو پیدا ہی کیا گیا ہے انسان کی خدمت کے لئے۔ لہٰذا ان کی خدمت کی آخرت میں کوئی قیمت اور بدلہ نہیں۔ البتہ دنیا میں انسان ان کو گھاس چارہ ڈال دیتے تھے، ان کے لئے گرمی سردی سے بچاؤ کا انتظام کر دیا جاتا تھا اور بس اسی طرح مخلوقات میں سورج بھی برابر خدمت کر رہا ہے۔ پانی اور آگ کے بھی منافع انسان کو پہنچ رہے ہیں۔ بعض بیوقوف اور گمراہ انسانوں نے ان اشیاء کی خدمات دیکھ کر محسنِ حقیقی باری تعالیٰ کا شکر کرنے کے بجائے خود ان چیزوں کی تعظیم اور عبادت کرنی شروع کر دی۔ کسی نے آگ کو، کسی نے پانی کو اور کسی نے سورج کو پوجا، کسی نے گائے کو دیوتا، گئو ماتا مانا۔ اور اس کے پیشاب تک کو متبرک ماننے لگے۔

حیوانات سے بدتر انسان حیوانات میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت

اور اطاعت کی استعداد ہی نہیں رکھی جو کہ انسانوں اور جنوں میں ہے۔ اور جن انسانوں نے اپنی استعداد کو ضائع کر کے انکار اور سرکشی اور خدا فراموشی کا راستہ اختیار کیا، ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں حیوانات سے بھی بدتر اور گیا گذرا فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ۔

جب وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو گئے اور مالک کو بھول گئے تو وہ اپنے آپ سے بھی بھلا دئے گئے۔ ان کو انسانوں کی خدمت میں ایسا مصروف کر دیا گیا کہ انہوں نے بڑی بڑی ایجادات کر کے اور محنتیں کر کے انسانوں کی راحت کے سامان بنائے۔ جن کے بدلہ میں ان کو دنیا کا کچھ مال وجاہ مل گیا۔ لیکن آخرت میں ان کو اس کا کوئی بدلہ اور ثواب نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باریتعالیٰ ہے۔ قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا۔ یعنی قیامت میں سب سے خسارے والے وہ لوگ ہوں گے جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لئے تھی۔ آخرت کا کبھی خیال نہ آیا اور خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے رہے۔ محض دنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں کو بڑی معراج سمجھتے رہے۔ ان کا سب کچھ کیا ہوا برباد بے قیمت اور بے وزن ہوا۔ اس لئے ان کے لئے میزان کی ضرورت ہی نہیں بلکہ بلا حساب وکتاب ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دئے جائیں گے۔

اس وقت یہ جانوروں سے بدتر حالت بنا لینے والے انسان بھی مٹی ہو جانے کی تمنا کریں گے مگر بے سود۔

کفار میں جو بعض انسانی اخلاق آجکل کے مسلمانوں سے بڑھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ سب دنیاوی بہتری اور ترقی کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا یا آخرت کے لئے نہیں ہوتے۔ ان کے اخلاق وصفات کی مثال کتے سے دی جا سکتی ہے جو مالک کا بہت وفادار ہوتا ہے۔ اسی طرح جانوروں کی اچھی اچھی صفات ہیں۔ گھوڑے گدھے میں بڑی بڑی صفات ہیں۔ اور شہد کی مکھیوں، چیونٹیوں میں بڑی بڑی کاریگری اور نظم اور ڈسپلن ہے۔ مگر جو وفادار کتے اور انسان میں فرق ہے وہی کارآمد قابلیت اور اخلاق والے باغی کافر اور ایک مجرم گنہگار لیکن مسلمان میں ...... ہمارے سامنے چونکہ انجام اور آخرت نہیں اس لئے کفار کی دنیاوی ترقی، دنیاوی اخلاق، دنیاوی صفائی سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ہم کو اللہ پاک کی معرفت حاصل نہیں۔ وہاں باغی (یعنی غیر و دشمن) کی سب خوبیاں کالعدم ہیں۔ اور اپنے وفادار لیکن گنہگار مجرم بے عقلوں کو سزا دے کر یا بلا سزا معاف کیا جاتا ہے اور باغی کو قتل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہم کو دنیا و آخرت کا فرق بھی ملحوظ نہیں رہتا ایمان وکفر ونفاق کو نہیں جانتے۔ صرف عارضی منافع اور خوبیوں پر نظر ٹھہر جاتی ہے جو کہ عقل کی کمی ہے اور ہدایت سے محرومی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد قبر میں پتہ چل جائے گا کہ:

فسوف تری اذا انکشف الغبارٔ أفرس تحت رجلك أم حمارٔ

ترجمہ:- عنقریب جب غبار چھٹے گا تو تم دیکھ لوگے کہ گھوڑے پر سوار تھے، یا گدھے پر۔ لیکن آج کل بعض بے وقوف گمراہ یا اپنی دولت ایمان وعبادات کی قیمت سے ناواقف انسان ظاہر میں اپنے جیسے اور حقیقت میں جانوروں سے بدتر مخلوق یعنی یہود ونصاریٰ کی دنیاوی ترقیات اور خدمات کو دیکھ کر ان کی تعظیم کرتے ہیں اور دل سے ان کے سامنے جھکتے ہیں اور اپنی زندگی کے طور طریقوں میں ان کا اتباع کرنے میں فخر سمجھتے ہیں۔ ان کو غور کرنا چاہیئے کہ کیا وہ سورج، پانی، آگ اور گائے کی پرستش کرنے والوں سے زیادہ گرے ہوئے نہیں؟ انہوں نے احساس کمتری سے اس مخلوق کو اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے۔ جن کو مالکِ حقیقی نے مغضوب علیہم گمراہ اور ملعون فرمایا ہے۔ اور ہم ان کے راستے پر نہ چلنے کی ہر نماز میں دعا کرتے ہیں۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ "۔

لیکن اپنے عمل میں ان کے طور طریقوں کو بڑھ چڑھ کے اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ پاک نے ان کی آسمانی شریعت کو منسوخ فرمادیا۔ چنانچہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ ایک مجلس میں فرمایا۔ ذرا سوچو تو! جس قوم کے آسمانی علوم (حضرت عیسیٰؑ کے لائے ہوئے علوم) کا چراغ علوم محمدی (قرآن وسنت) کے سامنے گل ہوگیا۔ بلکہ من جانب اللہ منسوخ قرار دے دیا گیا اور براہ راست اس سے روشنی حاصل کرنے کی صاف ممانعت فرمادی گئی تو اس قوم کے اہواء وامانی (یعنی ان کے خود ساختہ نظریوں) کو صحیح طریق کار سمجھ لینا اللہ کے نزدیک کتنا قبیح اور کس قدر موجب غضب ہوگا۔ اور عقلاً بھی یہ

بات کتنی غلط ہے کہ محمدی وحی کے محفوظ ہوتے ہوئے عیسائی قوموں کے طور طریقوں (فیشنوں) کی پیروی کی جائے۔ کیا یہ علوم محمدیؐ کی سخت ناقدری نہیں ؟

اگر ہم اپنی قدر جانتے اور ان کو اپنا غلام سمجھتے اور صرف اللہ سے ڈرتے تو یہود و نصاریٰ ہمارے غلام بن کر رہتے اور ہم حاکمانہ ان کی خدمات وصول کرتے۔ ان کی عظمت دل سے نکال کر ان کی خدمت کو اللہ پاک کا فضل سمجھتے اور فائدہ اٹھاتے، تو دنیا میں عزت و راحت سے اللہ کی بندگی کر کے ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوجاتے۔ گذشتہ دور میں ہم لوگ ہندوؤں سکھوں، غیر مسلموں سے تعلیم حاصل کر لیتے تھے مگر ان کی زندگی کے طور طریقے اختیار نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ وہ ہموطن تھے۔ لیکن انگریزوں سے ہمارا مرعوب ہوجانا ظاہر ہے جو کہ ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔

اگر کوئی انفرادی طور پر بھی مغضوب علیہ اور گمراہوں، لعنتیوں کے طور طریقہ کو بُرا جانے اور اپنے ایمان و عبادات اور طریقۂ سنت کی قدر کرے تو وہ اِنفرادی طور پر بھی اِن شاء اللہ باعزت، کامیاب اور دنیا میں پاکیزہ زندگی گذارے گا۔ چاہے ظاہر میں خستہ حال ہو، دل بادشاہ ہوگا۔ اور اس کے برعکس ظاہری ٹھاٹ باٹ والا پریشان حال ہوگا اور فقر و تنگی میں مبتلا ہوگا۔

ہمارا دعوٰی ہے کہ ساری دنیا میں باوجود تلاش کرنے کے مذکورہ حقیقت کے خلاف ایک آدمی بھی نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ یہ حقیقت مالکِ حقیقی کے فیصلے کے مطابق ہے۔ جس کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہِل سکتا۔

آجکل کا فتنہ۔ عبادت کو سمجھنے میں غلطی کی وجہ

ہم لوگوں نے نہ تو اللہ پاک کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی، نہ عارفین علماء کے پیچھے چلے۔ اس لئے اللہ پاک کی بڑائی اور صفات کا علم نہ ہوا۔ بس اللہ پاک کے متعلق ایک سرسری اور مجہول سا عقیدہ ہے۔ اس ذاتِ عالی کے سامنے سربسجود ہونا، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اس کی طرف منسوب گھر کا طواف کرنا وغیرہ عبادات کا اس کو سزاوار نہ سمجھ کر ان عبادات کا مذاق اڑایا۔ اور ان عبادات کو بتوں کی پوجا پاٹ، ڈنڈوت، مالا جپنا وغیرہ کہا۔ کیوں کہ ان میں کوئی دنیاوی مصلحت سمجھ میں نہ آئی۔ پھر قرآن وحدیث میں ان عبادات کی تاکید اور فضائل دیکھ کر اپنی سمجھ سے ان کی کچھ دنیاوی مصلحتیں اور فائدے گھڑے۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ دراصل یہ اصلی عبادات نہیں ہیں، اصلی عبادات کچھ اور رہی ہیں جو اب تک آپ کو بتلائی ہی نہیں گئیں۔ ایسے خیالات والے اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ بلکہ مفکرینِ اسلام کہلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی یہ سوچ گائے کو پوجنے والے مشرکین سے بدتر نفاق کی مظہر ہے اور منافقین دنیا میں ذلیل ہیں۔ اور آخرت میں کفار ومشرکین سے نیچے ہوں گے۔ اس مختصر حقیقت پر غور کرنا چاہیئے کیا ہم تو ان میں نہیں یا اس طرح کی سوچ تو نہیں رکھتے؟ یہاں تفصیل کا موقع نہیں کہ اس تحریر کا موضوع دوسرا ہے۔ آپ حضرات کو اس معاملہ کی وضاحت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنی قدس سرہٗ کے رسالہ فتنۂ مودودیت اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "عصرِ حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح" میں ملے گی۔

قرآنِ پاک میں صاف صاف آگیا کہ خلقت کا مقصد عبادت ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کی تفسیر میں اِلَّا لِیَعْرِفُوْنِ فرماتے ہیں۔ یعنی عبادت اور معرفت کا تعلق ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قُدِّسَ سرّہٗ فرماتے ہیں کہ "جب تک عابد اپنے معبود کی عظمت و صفاتِ عالیہ کی معرفت حاصل نہیں کرتا تو وہ حقِ عبادت ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے جب حضرت ابن عباس رض عبادت کی تفسیر معرفت سے کرتے تو آیتِ شریفہ بھی تلاوت فرماتے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ یہ باتیں تمہید میں بطور جملہ معترضہ کے آگئیں کہ یہ آج کل کا بڑا فتنہ ہے اور اس پر توجّہ کی ضرورت ہے۔ اب اصل موضوع پر آتے ہیں۔

دنیاوی حیات

اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی عبادت یعنی اپنی معرفت و محبّت کی استعداد رکھ دی۔ اور اپنی نافرمانی کا مادّہ بھی۔ اور اختیار دے کر آبائی وطن جنت سے نکال کر عارضی طور پر دنیا میں بھیجا۔ یہ دنیا کا عارضی سفر دنیوی حیات کہلاتا ہے۔ پھر یہاں سے واپس لوٹنا ہے۔ باری تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے۔

عالمِ آخرت میں دو مقام ہوں گے، ایک دوزخ اور دوسرا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت۔ سب جانتے ہیں کہ ایک مقام میں سخت تکلیف اور دوسرے میں بے حد راحت ہے۔ سارے جنّ و انس جنتی اور دوزخی دو حصوں میں بٹ

جائیں گے۔ جنت [illegible] ان سے بھرے گی اور دوزخ بھی۔ یہ تقسیم ضابطہ کے طور پر دنیاوی حیات [illegible] محنت کے نتیجہ پر ہوگی۔ اس نتیجہ کے لئے جو کچھ کرنا ہے وہ دنیا ہی میں ہو سکتا ہے۔ مرنے کے بعد کوئی اچھا یا بُرا کام نہیں ہو سکے گا۔ یہ سب مسلمانوں کے عقیدے ہیں۔ یہاں دلائل اور تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اور یہ تحریر کمزور، بیمار اور بوڑھوں کے لئے ہے جو کہ طویل تحریر پڑھ بھی نہیں سکتے۔

مقصدِ تحریر

دنیاوی حیات میں عام طور پر انسان پر تین زمانے گذرتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ یہ تحریر اپنے اور اپنے جیسے اللہ کریم و رحیم کے کرم کے امیدوار بوڑھوں کے لئے ہے جنہوں نے جوانی تو ضائع کر دی اور اب تک آخرت کے لئے، ہمیشہ کے اصلی وطن کے لئے کچھ سرمایہ نہ کما سکے۔ اب ان کے پاس مہلت کے چند لمحات ہیں جو اچانک ختم ہونے والے ہیں ؎

آئی تھی کچھ لین کو اور کھو چلی کچھ اور
کیا کہے گا پیا کہ میرے خالی دونوں ہاتھ

بچپن کھیل تماشہ میں گذرا، جوانی کا وقت خواہشات نفسانیہ اور جذباتِ غضبیہ میں گذر گیا۔

اہلِ تقویٰ کی مبارک جوانی اور مبارک بڑھاپا

جوانی کمائی کا وقت تھا۔ اس وقت کی تو یہ اس وقت کے تقویٰ کی قیمت تھی، سرمایہ جمع کرنے کی جسمانی طاقت بھی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ خواہشاتِ نفسانیہ اور جوانی کا جنون عبادت اور تقویٰ کی راہ میں رکاوٹ تھے اور یہی رکاوٹیں عبادت کی قیمت اور نور کو بڑھانے والی تھیں۔ اسی وجہ سے جوانی کو عبادت و تقویٰ میں گذارنے والوں کے متعلق سچی بشارت ہے کہ وہ حشر کے ہولناک دن میں عرش کے سائے تلے ہوں گے، بے غم ہوں گے۔ انہی نوجوانوں کو اگر بڑھاپے کی عمر بھی ملے تو اس میں بھی ان کے جوانی کے مجاہدے کے اثر سے ان کی عبادت آسان ہوتی ہے۔ جس عبادت کو نہ کر سکیں اس کا بغیر کئے ہی ثواب لکھا جاتا ہے۔ ان کو تہجد اور ذکر اللہ کی ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ اس کے بغیر چین و راحت نہیں ملتی۔ ان میں کوئی سلطان الاذکار کا متوالا ہوا تو اس کے ہر بُن و مُو سے اللہ اللہ نکلتا ہے۔ اور کوئی پاسِ انفاس کا۔ رات دن سوتے جاگتے اس کی توجہ اللہ کی طرف رہتی ہے۔ کسی نے محنت کر کے اپنی اولاد کو حافظ مولوی بنایا، نیک بنایا تو وہ ان کے لئے صدقہ جاریہ ہو جاتی ہے۔ کسی نے سیاست اور جہاد فی سبیل اللہ اور خدمتِ خلق میں نمایاں حصہ لیا۔ کسی نے تعلیم و تزکیہ حاصل کر کے دعوت و تبلیغ کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت سے حصہ لیا۔ ان مبارک مشاغل میں جوانی گذارنے والے بوڑھے وہ ہیں جو کہ اللہ پاک کے

فضلِ خاص کے مورد کہلاتے ہیں۔

نگاہِ کرم کے محتاج رحم وکرم کے امیدوار قلاش بوڑھے

جو اللہ کے حبیب، شفیع المذنبین، نبی الرحمۃ، نبی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی میں بعد صلوٰۃ وسلام، خاموش، باادب زبانِ حال سے عرض کرتے ہیں ؎

چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر ۔۔۔ اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی
عاصیانیم زمانیکہ اعمال مپرس ۔۔۔ سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

یہ ان بوڑھوں کا طبقہ ہے جنہوں نے جوانی تو غفلت میں گذار دی اور اب ظاہری بدنی اعمال کرنے کی طاقت نہیں۔ تقویٰ، توبہ کی کوئی خاص قیمت نہیں مگر اللہ پاک کی رحمت ہر حالت، ہر چیز پر حاوی ہے۔ ایسے لوگوں کو بھی اللہ کی وسیع رحمت، وسیع مغفرت اور بے پایاں کرم سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ تھوڑی سی فکر کرلیں اور ایک معمولی سی فضول بات کو چھوڑ دیں تو اسی عجز وکمزوری کی حالت میں نوجوانوں سے زیادہ کمائی کرسکتے ہیں۔ ان کو بدنی مجاہدات کی طاقت حاصل نہیں، وہ قلبی اعمال اور قلبی عبادات ایسی اعلیٰ کرسکتے ہیں جن کا درجہ بدنی عبادات سے بہت زیادہ ہے۔ بلکہ بدنی عبادات کی ان قلبی اعمال کے بغیر کوئی خاص قیمت ہی نہیں۔ یہ اعمال صبر، شکر، قناعت، عجز و ندامت ہیں۔ غفلت اور گناہوں میں بار بار مبتلا ہوجانے پر اللہ کریم ان کو بار بار توبہ کی توفیق دیتے ہیں۔ اور حاصل

عبادت یعنی اپنی صفاتِ عالیہ کی معرفت، حلم، عفو و کرم، اپنی ستّاری، غفاری اپنی محبت و رحمت اور مناجات کی نعمت عطا فرماتے ہیں۔ دل میں اللہ کی محبت ہو تو تھوڑی سی عبادت کی بڑی قیمت ہے۔ اور دنیا کی محبت کے ساتھ بڑی سے بڑی عبادت بے کار ہے۔ یحییٰ بن معاذ رح کہتے ہیں کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت مجھے بغیر محبت کی ستر برس کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے۔

بوڑھوں کی عبادت میں طاقت و قیمت کا راز

جیسے جوانوں کی عبادت میں ان کے تقویٰ اور توبہ کی قیمت اور نور کو بڑھانے کے لئے نفسانی شہوات اور غضبیہ صفات بطور آزمائش و امتحان پیدا کی جاتی ہیں، اسی طرح بوڑھوں میں بھی ایک دوسری نوع کی رکاوٹ رکھی گئی ہے اور وہ دنیا کی محبت، حرص اور امیدوں کا طویل ہونا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف کی حدیثِ پاک مع حضرت شیخ الحدیث رح کے فوائد یہاں نقل کی جاتی ہے۔ (تفصیل فضائلِ صدقات میں ضرور پڑھیں)

عن ابی ھریرۃ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال قلب الکبیر شابًا فی اثنین فی حب الدنیا وطول الامل (متفق علیہ۔ کذا فی المشکوٰۃ)	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو چیزوں میں جوان رہتا ہے ایک دنیا کی محبت میں، دوسرے آرزوؤں اور امیدوں کے طویل ہونے میں۔

اصل دنیا جس کی بُرائی قرآنِ پاک اور احادیث وغیرہ میں بہت کثرت سے

آئی ہے وہ مال کی محبت ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلہ کی ایک خاص چیز پر تنبیہ فرمائی ہے جو تجربہ میں بھی بہت صحیح ثابت ہوئی کہ بڑھاپے میں دنیا کی محبت اور لمبی لمبی امیدیں بہت بڑھ جاتی ہیں اور جتنا بھی مرنے کا زمانہ بڑھاپے کے لحاظ سے قریب آتا جاتا ہے اتنی ہی اولاد کی شادیوں کی امنگیں، اچھے اچھے مکانات تعمیر کرنے کا ولولہ، جائداد کے بڑھانے کا جذبہ وغیرہ وغیرہ زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے ایسی حالت میں آدمی کو اپنے نفس کی خاص طور سے نگہداشت کرنے کی ضرورت ہے

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور دو چیزیں اس میں جوان ہوتی رہتی ہیں، ایک مال کی حرص، دوسری زیادہ عمر ہونے کی حرص (مشکوٰۃ) زیادہ عمر ہونے کی حرص بھی وہی امیدوں کا طویل ہونا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہوتا جارہا ہے لیکن مرنے کی تیاری کے بجائے دنیا میں ہمیشہ رہنے کی تیاری میں مشغول رہتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر سمجھانے کے طور پر ایک مربع (چار لکیروں والی) شکل کھینچی اور اس کے درمیان میں ایک دوسری لکیر کھینچی جو اس مربع شکل سے آگے نکلی چلی گئی۔ پھر اس مربع شکل کے اندر چھوٹی چھوٹی لکیریں بنائیں جس کی صورت علماء نے مختلف لکھی ہے۔ منجملہ ان کے یہ صورت واضح ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ درمیانی لکیر تو آدمی ہے اور جو لکیر (مربع) اس کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہے وہ اس کی موت ہے کہ آدمی اس سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اور جو لکیر باہر نکل رہی ہے وہ اس کی امیدیں ہیں

کہ اپنی زندگی سے بھی آگے کی لگائے بیٹھا ہے۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں جو اس کے دونوں طرف ہیں وہ اس کی بیماریاں، حوادث وغیرہ ہیں جو اس کی طرف متوجہ ہیں۔ ہر ایک چھوٹی لکیر ایک آفت ہے۔ اگر ایک سے بچ جائے تو دوسری مسلط ہے۔ اور موت کے اندر تو گھرا ہوا ہے کہ وہ تو چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن امید کی لکیر موت سے بھی آگے نکلی ہوئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے پچھلے حصّہ پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا کہ یہ تو آدمی کی موت ہے جو اس کے سَر پر ہر وقت سوار ہے، اور دوسرے ہاتھ کو دور تک پھیلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ دُور تک اس کی امیدیں جا رہی ہیں۔

لہٰذا جیسے نوجوانوں کو شہوات کے مقابلہ میں صبر کی ضرورت ہے اسی طرح بوڑھے آدمی کو ذرا ہوش میں آکے موت کو دل سے یاد کرنے اور اس بات کی فکر کی ضرورت ہے کہ یہ تو شامِ زندگی ہے، اور پڑاؤ سے کوچ کا وقت قریب ہے اس کے لئے حضرت شیخ کا رسالہ "موت کی یاد" کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید ہوگا۔ اور موت کے مناظر، قبر حشر کے متعلق خوف دلانے والے دیگر مضامین بھی۔ مگر آج کل ہمارے ایمان بہت کمزور ہیں، ترہیب کی برداشت نہیں، مایوسی یا انکار تک کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے ترغیب و رجاء اور امید اور شوق کے ذریعہ ہی دین کے قریب لایا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد خوف سے تقویت ہو سکتی ہے۔ اس اسلوب کے لئے بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا کا ارشاد بھی موجود ہے۔ اس لئے ہم یہاں موت سے ڈرانے کے بجائے موت سے محبّت، موت کے بعد خوشگوار

حالات اور آبائی وطن کی محبّت اور وہاں کے شوق میں تیاری کے امور کا ذکر کریں گے۔ کہ اس آخری تھوڑے سے غیر یقینی وقت میں کیا ہوسکتا ہے اس میں کیا عمل کرنا چاہیئے، کیسے وقت گذارنا چاہیئے۔ جوانی اگر غفلت میں گذر گئی تو وہ اب واپس نہیں آسکتی۔ لیکن اگر اچھی بھی گذرتی تب بھی اعتبار خاتمہ ہی کا تھا، اب خاتمہ اچھا ہوجائے اور اللہ تعالیٰ تلافیٔ مافات عطا فرمائے تب بھی بڑی سعادت ہے۔

ع چل خسرو گھر اپنے سانج بھئی چو ندیس

"حصولِ مقصد کے لئے لائحۂ عمل"

① آخرت پر ایمان اور جنّت کا شوق

② اللہ کریم سے ملاقات کا اشتیاق اور اس وجہ سے موت کی محبّت اور اس سلسلہ کی دُعائیں۔

③ دنیا سے گھبرا کر موت کی تمنّا کی ممانعت اور لمحاتِ زندگی کو بہت غنیمت سمجھنا۔

④ آخری عمر کے اعمالِ قلبی، اعمالِ ظاہری اور سفر کی تیاری، وصیت وغیرہ۔

⑤ حُسنِ ظن رکھنا اور تمنا کے فریب سے نکلنا۔

⑥ صدقاتِ جاریہ، اس حال کے مناسب دعائیں اور اس کے وظائف کرنا۔

اللہ پاک سے تعلق طاعت سے نہ ہو سکا تو معذرت سے سہی

جی چاہتا ہے کہ اس بیان کو مندرجہ ذیل دعا ہی سے شروع کروں۔

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنِیْ بِعَیْنِكَ الَّتِیْ لَا (ترجمہ: اے اللہ میری نگرانی فرما اپنی اس نگاہ سے

تَنَامُ وَاكْنُفْنِي بِرُكْنِكَ الَّذِي
لَا يُرَامُ وَارْحَمْنِي بِقُدْرَتِكَ
عَلَيَّ فَلَا اَهْلِكُ وَاَنْتَ رَجَائِي
فَكَمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ
قَلَّ لَكَ بِهَا شُكْرِي وَكَمْ مِّنْ
بَلِيَّةٍ ابْتَلَيْتَنِي بِهَا قَلَّ لَكَ بِهَا
صَبْرِي فَيَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِهٖ
شُكْرِي فَلَمْ يَحْرِمْنِي وَيَا مَنْ
قَلَّ عِنْدَ بَلِيَّتِهٖ صَبْرِي فَلَمْ
يَخْذُلْنِي وَيَا مَنْ رَّآنِي عَلَى
الْخَطَايَا فَلَمْ يَفْضَحْنِي يَا ذَا
الْمَعْرُوفِ الَّذِي لَا يَنْقَضِي
اَبَدًا وَّيَا ذَا النَّعْمَاءِ الَّتِي لَا
تُحْصٰى اَبَدًا اَسْاَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ
بِكَ اَدْرَاُ فِي نُحُوْرِ الْاَعْدَآءِ
وَالْجَبَابِرَةِ۔

جو سوتی نہیں اور پناہ میں لے لے اپنی اس طاقت
کے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور مجھ پہ رحم
فرمائے اپنی اس قدرت سے جو تجھ کو میرے
اوپر حاصل ہے تاکہ میں ہلاک نہ ہوں۔ اور میری
امید بس تیری ہی ذات سے وابستہ ہے۔ بہت
سی نعمتیں جو تونے میرے اوپر فرمائیں اور میں نے
ان کا شکر ادا نہ کیا اور کتنی مصیبتوں میں تونے میری
آزمائش کی اور میں نے ان پر کچھ صبر نہ کیا۔ تو اے
وہ ذات کہ جب میں نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا
نہ کیا تو اس پر بھی اس نے مجھ کو محروم نہ رکھا۔ اور
جب اس کی آزمائش پر میں نے صبر نہ کیا تو اس نے
مجھے رسوا نہ کیا۔ اے وہ مہربان کہ جب اس نے
مجھے خطا کرتے دیکھا تو بدنام نہ کیا اے خوبیوں
کے مالک جو کبھی فنا نہ ہوں گی اور اے انعامات
فرمانے والے جن کا کبھی شمار نہیں کیا جا سکتا تجھ سے
یہ درخواست کرتا ہوں کہ درود بھیج محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر اور اولاد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

اے اللہ! ہم دشمنوں اور ظالموں کو تیری ذات ہی کے سہارے سے دفع کرتے ہیں۔

اُمّتِ مرحومہ کی عام عمریں

اُمّتِ مرحومہ کی عام عمریں ساٹھ سال سے ستّر سال تک مقدر رہیں جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے أعمار أمتی ما بین الستّین الی السبعین واقلّھم من یجوز ذٰلک (رواہ الترمذی، ابن ماجہ، ابن کثیر) یعنی میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستّر سال تک ہوں گی۔ کم لوگ ہوں گے جو اس سے تجاوز کریں گے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عمر جس پر اللہ تعالےٰ نے (قرآن میں) گنہگار بندوں کو عار دلائی، ساٹھ سال ہے۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "یہ وہ عمر ہے جس میں انسان پر اللہ کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور انسان کو کوئی عذر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی" آدمی کی عمر جب چالیس سال کے قریب ہوجائے تو اس کو آخرت کی فکر غالب ہوجانا چاہیئے، پچھلے گناہوں سے توبہ کی تجدید کرے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا پورا اہتمام کرے۔ کیونکہ عادتِ فطریہ یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر میں جو اخلاق و عادات کسی شخص کی ہوجاتی ہیں، پھر ان کا بدلنا مشکل ہوتا ہے (معارف القرآن)

لہٰذا بلوغت کے بعد سے اس عمر یعنی چالیس سال تک اپنے کو پورا بندۂ مؤمن بنالینا چاہیئے اور آخرت کی فکر غالب کرلینا چاہیئے۔ تو پھر آگے بہت سہولت رہے گی۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندۂ مؤمن جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان فرمادیتے ہیں۔ اور جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے

تو اس کو (یعنی بندۂ مومن کو) اپنی طرف رجوع وانابت نصیب فرما دیتے ہیں اور جب ستر سال کی عمر کو پہنچ جائے تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور جب اسّی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حسنات کو قائم فرما دیتے ہیں اور اس کے سیّئات کو مٹا دیتے ہیں اور جب نوّے سال کی عمر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ بشارت بندۂ مؤمن ہی کے لئے ہے جس نے اپنی زندگی احکامِ شرع کے تابع ہو کر تقویٰ کے ساتھ گذاری۔ لیکن جو گذشتہ زندگی برباد کر چکا اب بھی اگر ہوش میں آجائے تو توبہ، ندامت وزاری سے باقی ماندہ لمحات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

"عمرِ گذشتہ کا عوض نہیں اور عمرِ موجودہ بے بہا ہے" (اکمال الشیم)

(ف) انسان کی جو عمر گذر گئی ہے اس کا عوض اور بدلہ کچھ نہیں ہے۔ تو اگر وہ اعمالِ صالحہ سے خالی گذری ہے تو اس کا اب کچھ تدارک نہیں ہو سکتا اور جو عمر، جو وقت میسر ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ دنیا و مافیہا بھی اس کی قیمت نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے بندہ سعادتِ ابدی حاصل کر سکتا ہے اور دنیا سے کروڑوں حصہ زائد دولت حاصل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالحین رحمہم اللہ اپنے انفاس کی رعایت فرماتے تھے اور ایک سانس بھی ضائع نہ کرتے تھے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے "جو ساعت بندہ پر غفلت میں گذری ہے وہ اس کے لئے حسرت اور ندامت کا باعث ہو گی۔ اور اس

وقت حسرت وندامت کچھ کام نہ آوے گی۔

لہٰذا مہلت کے قیمتی لمحات کو مندرجہ ذیل جذبات، باطنی اعمال اور ہلکے پھلکے بدنی اعمال میں گذارنا چاہیئے۔ ان باتوں کو بجائے مرتب مضمون کے نمبروار تحریر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ صرف پڑھنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ عمل کرنے اور اپنے معمولات میں شامل کرنے کی ہیں۔ جسمانی و روحانی لحاظ سے قوی حضرات صرف ان ہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ حتی الوسع زیادہ جو کما سکیں اس میں حرص اور سبقت کریں

"موت کے قریب جذبات وخیال سے متعلقہ اُمور"

حُبُّ الوطن من الایمان

حضرت علامہ سخاوی رحمہ اپنی کتاب "المقاصد الحسنہ" میں حُبُّ الوطن من الایمان کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کلام کے معنی صحیح ہیں کیونکہ آخرت پر ایمان لانا ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور ایمان کے لئے محبت شرط ہے۔ لہٰذا ہر ایمان دار کو آخرت سے محبت ہوگی کہ دنیا کی زندگی تو بندۂ مؤمن کے لئے بطور جیلخانہ کے ہے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کا عیش ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور محبوبِ حقیقی اللہ جل شانہٗ کا دیدار ظاہری آنکھوں سے آخرت ہی میں ہوگا۔ دنیا تو کدورتوں اور پریشانیوں کا گھر ہے۔ یہاں کا ہر عیش وآرام مثل سراب کے دھوکہ اور عارضی ہے۔ یہاں کا عارضی قیام آخرت کے لئے سرمایہ جمع کرنے کے واسطے ایسے ہی ہے جیسے کوئی چند گھنٹے کسی فیکٹری میں کام کرنے آیا ہو۔ جہاں وہ بدبو، گندگی، گھٹن، دھواں وغیرہ سب

کچھ برداشت کرتا ہے اور اگر موقع مل جائے تو اُوورٹائم بھی اسی تکلیف میں کر لیتا ہے تاکہ کمائی زیادہ ہو جائے۔ پھر یہاں سے چھٹی ملنے پر گھر جا کے اپنی کوٹھی کے باغ میں عیش کرتا ہے۔ یہ شخص کمائی کی جگہ کی تکلیفوں سے گھبرا کر اور کام چھوڑ کر اپنے اصلی گھر جلدی جانے کی درخواست تو نہیں کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ جتنا زیادہ وقت مل جائے اور اپنے گھر کے لئے جتنا زیادہ جمع کر سکوں اچھا ہے اور جو بھاگنا چاہے وہ بیوقوف کہلاتا ہے۔ لیکن اپنی کوٹھی میں اپنے بال بچوں کے درمیان عیش و آرام کے تصور سے دل میں وہاں کا اشتیاق بھی رکھتا ہے جو کہ اچھی طبیعت کا تقاضا ہے۔

فیکٹری اور کوٹھی کے باغ کی مثال صرف سمجھانے کے لئے ہے ورنہ دنیا کے قیام، دنیا کی تکلیف و راحت کو آخرت کے قیام اور وہاں کی راحت سے کوئی بھی نسبت نہیں۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کوئی زندگی نہیں ایک خواب کی طرح بھی نہیں۔ لیکن اتنا فرق ہے کہ غفلت میں سویا ہوا خواب دیکھنے والا یہ نہیں سمجھتا کہ وہ خواب میں نہیں بلکہ بے حقیقت خواب سے متاثر ہوتا ہے اور اس کو زندگی سمجھتا ہے۔ ؎

یہ خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

اسی طرح بندۂ مؤمن اگر دنیا کی مصیبتوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے تو بُرا ہے۔ لیکن اللہ پاک کی ملاقات کے شوق میں مسلمان کو موت سے محبت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جو اللہ پاک کی ملاقات چاہتا ہے اللہ پاک بھی اس کی ملاقات پسند فرماتے ہیں۔ کیسے مزے کی بات ہے کہ محبوب حقیقی کو اس کے فضل د

کرم سے ہم چاہیں اور وہ اپنے لطف سے ہمیں چاہے۔ ع
"وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیئے"
پھر اس کی جلوہ گاہ سے اہلِ ایمان کو کیسے محبّت نہ ہو۔

دنیا اور آخرت کی زندگی کی مثال

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا سے آدمی کے انتقال کرنے کو پس اس مثال کے مشابہ پاتا ہوں جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے یعنی اس تنگی و تاریکی سے دنیا کی کشادگی میں آتا ہے کہ آنے کے قبل اس کو بڑی راحت کی جگہ سمجھتا تھا۔ مگر دنیا کی راحت ولذت دیکھ کر پھر وہاں جانا نہیں چاہتا۔ اسی طرح دنیا میں رہ کر آخرت سے گھبراتا ہے مگر وہاں جا کر پھر یہاں آنا پسند نہ کرے گا۔

مؤمن کے لئے مصائب کی حکمت

محمد بن خالد اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کے لئے کوئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز ہوتا ہے جس پر وہ اپنے عمل کے ذریعہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالےٰ اس پر اس کے جسم پر یا اس کے مال یا اس کی اولاد میں کوئی بلا مسلّط کرکے اس کو صبر دیتا ہے حتّٰی کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد نے۔

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جس وقت اہلِ مصیبت کو ثواب عطا ہو گا اس وقت

اہل عافیت تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی۔ تاکہ ہم کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت ہر مسلمان کے گناہوں کا کفارہ ہے (کہ اس کی تکالیف سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ کل یا بعض علیٰ اختلاف الاحوال۔

بندۂ مؤمن کے لئے موت تحفہ ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحفہ (مرغوب، دلپسند) مسلمان کا موت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری نصیحت یاد رکھو تو تم کو موت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ ہونی چاہیئے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دعا کی کہ الٰہی جو شخص میرے رسول اللہ ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے موت کو اس کا محبوب بنا دیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا مؤمن کا جیل خانہ اور مقام قحط ہے (کہ راحت و نعمت دونوں کم ہیں) سو جب دنیا کو چھوڑتا ہے تو جیل خانہ اور مقام کو چھوڑتا ہے (کیونکہ آخرت میں راحت اور نعمت دونوں کامل ہیں)

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ آدمی موت کو ناگوار سمجھتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے دین میں خرابی پڑنے سے بہتر ہے۔

وطن واپس آنے والے کا استقبال سعید بن جبیر رضؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کی اولاد (عالمِ ارواح میں) اس طرح اس کا استقبال کرتی ہے جیسے کسی باہر گئے ہوئے کا (آنے کے وقت) استقبال کیا کرتے ہیں۔

مرنے کے وقت اللہ جلّ شانہ کا سلام پہنچنا ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مومن کی روح کو قبض کرنا چاہتا ہے تو ملک الموت کو حکم ہوتا ہے کہ اس کو میرا سلام کہنا سو جب ملک الموت اس کی قبضِ روح کے لئے آتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھ کو سلام فرماتا ہے (سبحان اللہ! کیا دولت ہے ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان)

قبر کا مومن کو دبانا سعید بن مسیب رحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے جب سے منکر نکیر کی آواز اور قبر کے دبانے کا مجھ سے ذکر فرمایا ہے کوئی چیز مجھ کو (تسلی میں) نافع نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ منکر نکیر کی آواز اہلِ ایمان کے کانوں میں ایسی ہوگی جیسے سرمہ آنکھ میں (لذّت بخش ہوتا ہے) اور قبر کا دبانا مؤمن کے حق میں ایسا (راحت بخش) ہوگا جیسے مادرِ مشفقہ سے بیٹا دردِ سر کی شکایت کرے اور وہ اس کے سر کو نرم نرم دبائے۔ لیکن اے عائشہ خرابی توان

لوگوں کی ہے جو خ[illegible]کے (وجود یا احکام کے) بارہ میں شک رکھتے تھے۔ وہ کس طرح قبروں میں دبائے جاویں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبایا جائے۔

موت کے جلد آنے کی نہیں بلکہ مقررہ وقت پر موت آنے کے شوق کی دعائیں

(۱) اَللّٰھُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ اِلَیْنَا وَ اِلٰی مَنْ یَّعْلَمُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلُکَ۔

اے اللہ! موت ہمیں بھی محبوب بنا دے اور اس شخص کو بھی جس کو یقین ہو اس پر کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رسول ہیں۔

(۲) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَ اقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت سب سے پیاری کر دے اور اپنا خوف ہر چیز کے خوف سے زیادہ بڑھا دے اور اپنی ملاقات کی تڑپ عطا فرما کر دنیا کی سب حاجتیں قطع کر دے اور جب دنیا والوں کو تو دنیا دیکر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی کرنا۔

(۳) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِیْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ فِیْہِ یَا وَلِیَّ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ ثَبِّتْنِیْ بِہٖ حَتّٰی اَلْقَاکَ۔

اے اللہ میری عمر کا بہترین حصہ آخر عمر اور میرا سب سے اچھا عمل خاتمہ کے وقت مقدر فرما دے اور میرے دنوں میں سب سے بھلا دن وہ بنا دے جس میں تجھ سے ملوں اے اسلام اور اہل اسلام کے مالک، مجھے اسلام پر قائم رکھنا یہاں تک کہ میں تجھ سے ملوں۔ یعنی موت تک۔

(۴) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَيْتُهٗ اَوْ شَتَمْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُّهٗ اَوْ لَعَنْتُهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَكٰوةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَآ اِلَيْكَ۔ (بخاری و مسلم)

اے اللہ! میں تجھ سے عہد لیتا ہوں تو مجھ سے ہرگز اس کا خلاف نہ کرے گا! اس میں شبہ ہی نہیں کہ میں بشر ہوں تو جس مومن کو میں نے تکلیف دی ہو یا اس کو بُرا بھلا کہا ہو یا اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا ہو یا بشریت کی بناء پر اس کو لعنت کی ہو تو اس کے حق میں تو اس کو رحمت پاکی اور ایسی قربت کا ذریعہ بنا دے کہ اس کی وجہ سے تو اس کو اپنا مقرب بنا لے۔

(۵) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

اے اللہ مجھے برکت والی موت عطا فرما۔ اور موت کے بعد جو ہوتا ہے اس میں بھی برکت عطا فرما۔

(۶) اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ (ترمذی)

اے اللہ میری امداد کرنا موت کی شدتوں اور موت کی سختیوں میں۔

(۷) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَبِيَّنَا لَنَا فَرَطًا وَّحَوْضَهٗ لَنَا مَوْرِدًا۔

اے اللہ تو بنا دے ہمارے نبی کو ہمارا پیش رو اور ان کے حوضِ کوثر کو ہمارے پانی پینے کا گھاٹ۔

(۸) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔

اے اللہ مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے۔

بلاحساب کتاب جنت میں داخلہ کی امّید

اللہ کریم جو عزیز و قدیر ہے اس کا ارشاد ہے "رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ" نیز ان ہی کا ارشاد حدیثِ قدسی میں ہے " اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ" لہٰذا احقر تو اس خستہ و خراب حالت کے ساتھ پورے وثوق سے امید کرتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ اللہ کریم سلامتی ایمان کے ساتھ مدینہ منورہ کی موت نصیب کرے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی شفاعت نصیب فرما کر بلاحساب وکتاب جنت میں داخل فرمائے کیونکہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ بہت بڑی تعداد میں اُس کے حبیبؐ کے امتیوں کا داخلہ اسی شان سے ہوگا جس کا وعدہ حدیثِ پاک میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّثَلَاثَ حَثَیَاتٍ مِّنْ حَثَیَاتِہٖ (ترمذی شریف)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میرے ربّ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستّر ہزار کو بلاعذاب وحساب جنت میں داخل فرمائیں گے اس شان سے کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین لپ اللہ کے لپوں میں سے بھی داخل ہونگے (جیساکہ اس کی شان کے موافق ہے)

اور مسند احمد کی روایت میں ہے:۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رض قَالَ قَالَ	حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا کہ حضور
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ	اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ
اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ سَبْعِیْنَ اَلْفًا	اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطیہ فرمایا کہ ستر ہزار
یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ	بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائیں گے ان
وُجُوْھُھُمْ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَ	کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے
قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ	ہونگے اور ان کے قلوب ایک سے ہونگے
فَاسْتَزَدْتُّ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَزَادَنِیْ	میں نے اپنے رب سے مزید کی درخواست کی
مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِیْنَ اَلْفًا۔	تو ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار کو منظور فرمایا

رجاء حسنِ ظن اور آداب کے بارے میں ایک اہم تنبیہ

اللہ کریم کی وسعتِ رحمت پر امید رکھنے کا بیان ہوا جو بیشک حق ہے مگر یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ حقیقت اور دھوکہ، سچائی اور جھوٹ ہر معاملہ میں ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی تو مسلمان ہوجاتا ہے، کوئی منافق ہوتا ہے اور کوئی وہی کلمہ پڑھتے ہوئے ضروریاتِ دین کی کسی بات سے انکار کی بناء پر کافر ہوجاتا ہے۔ جیسے قادیانی وغیرہ۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اس طرح کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس کو واضح فرمادیں کہ خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی

طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں۔ اگر کوئی اسی کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ اور اللہ تعالیٰ سے نیک امید رکھنا کبھی سچا ہوتا ہے، کبھی جھوٹ ہوتا ہے جس کو محض تمنّا کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو (اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں کا) مطیع بنائے اور مرنے کے بعد کام آنے والے کام کرے۔ اور عاجز اور بیوقوف وہ شخص ہے جو نفس کی خواہشوں کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے۔

فائدہ:۔ یعنی حالت تو یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کے مقابلہ میں حرام حلال کی بھی پرواہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے رکھتا ہے کہ وہ رحیم ہے کریم ہے، اور ان امیدوں پر گناہ کی پرواہ نہ کرے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ طلب کرنا بہشت کا بے عمل کے منجملہ گناہوں کے ایک گناہ ہے۔ اور امیدِ شفاعت بے سبب اور بے علاقہ، فریب کی ایک قسم ہے۔ اور امید رکھنا رحمت کا بلا فرمانبرداری کے حمق اور جہالت ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے سے امیدیں رکھنے کی خود شرح فرما دی۔ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ۔ "حقیقت میں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن

لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا (جس میں دین کے لئے ہر کوشش داخل ہے) یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔"

بہرحال سچی امید اور جھوٹی تمنا کی تعریف، اس کی علامات اور نتائج میں بڑا فرق ہے، یہاں مختصر اشارہ کردیا ہے۔ جس کو اپنی جان کی خاطر تفصیل سے سمجھنا ہو وہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی" فضائل صدقات حصہ دوم" کا مطالعہ کرے۔ یا اللہ ہمیں اپنی رحمت پر سچائی والی امید عطا فرما اور ہماری زندگی میں اس کی علامات یعنی امر ونہی پر عمل کا اہتمام دے۔ اور اس میں ہم کمزوروں سے قصور اور گناہ تو ہوتے ہی ہیں، ان پر توبہ واستغفار بھی نصیب فرما۔ یہ بات ذکر اللہ کی کثرت پر عطا ہوتی ہے جس سے حقیقی ایمان، حقیقی ہجرت اور اللہ کے راستہ میں مقبول جہاد کرنا نصیب ہوتا ہے۔ جس کا آیتِ مذکورہ بالا میں بیان ہوا۔

چند اعمالِ قلبیہ

جن میں کچھ مالی جانی قربانی نہیں ہوتی

اللہ کریم پر حسنِ ظن اور امیدیں رکھنا، اسی طرح اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتوں کی امیدیں، یہ سب بھی اعمالِ قلبی ہیں۔ اب یہاں ان اعمالِ قلبی کی کچھ تفصیل اور ضعف کی حالت کے اعمالِ بدنی لکھنے سے پہلے ایک اہم تنبیہ کی ضرورت ہے جس کا خیال نہ کرنے سے سخت خسارے کا خطرہ ہے

اہم تنبیہ جیسے قبر میں جاتے ہی منکر نکیر تین مجمل سوال کریں گے، جن کے جواب پر قبر یا تو دوزخ کا گڑھا یا جنت کا باغ بن جائے گی۔ جس میں قیامت تک رہنا ہوگا اور حشر نشر آگے کی تمام منزلوں کی کامیابی اور ناکامی کا مدار بھی اسی پر ہوگا۔ اسی طرح حشر میں تفصیلی حساب اور میزان سے پہلے پانچ مجمل سوال ہوں گے جن میں ایک یہ ہوگا کہ "عمر کس چیز میں خرچ کی۔ اس میں جوانی بڑھاپا سب شامل ہے۔ لیکن پھر جوانی کے متعلق مستقل سوال ہوگا کہ "جوانی کس میں صرف کی" کیونکہ عمر کا یہی حصہ خاص طور پر کمانے یا گنوانے کا ہوتا ہے۔ بڑھاپے کے بننے یا بگڑنے کا مدار بھی جوانی کی محنت پر ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے حضرت شیخ رح اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جن (سالکین) نے بزرگوں کا اول (مجاہدات کا زمانہ) دیکھا وہ کامیاب ہوئے۔ اور جنہوں نے آخر دیکھا وہ اکثر ناکام ہوئے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بزرگی شاید اسی طرح تکیہ لگائے خدمت کرانے سے مل جایا کرتی ہے۔ حالانکہ اب ان مشائخ کے اعمال ظاہر کے بجائے

باطن سے ہوتے ہیں (یعنی ظاہری ضروری فرائض کے علاوہ)

یہ باطنی اعمال و احوال جوانی ہی کے مجاہدات کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر جوانی تقویٰ، طہارت اور ورد و وظائف سے خالی گئی تو یہ سمجھو کہ عمر ضائع گئی۔ کیونکہ اول تو بڑھاپے کے آنے کا یقین نہیں۔ پہلے ہی موت آجائے اور اگر کچھ مہلت ملی بھی تو اس میں بموجب حدیثِ پاک دنیا کی محبت اور فضول لمبی امیدیں جوان ہوجائیں گی۔ جو آخرت کے لئے کچھ کرنے نہیں دیں گی تو سمات ہی میں اچانک موت آجائے گی۔ لہٰذا نوجوان حضرات اپنی جوانی سے فائدہ اٹھائیں۔ بڑھاپے کی باتیں جوانی میں اختیار نہ کریں جو کہ بہت بزدلی اور خسارے کا سودا ہے اور بہت نقصان کا باعث ہے۔ جوانی کی نعمت کا مستقل سوال ہوگا۔ دیکھیں بعض جسمانی دوائیں جو بوڑھوں کے لئے ہوتی ہیں وہ نوجوانوں کو نقصان کرتی ہیں۔ البتہ جو حضرات جوانی کا زریں موقع کھو چکے وہ اللہ کریم کی طرف متوجہ ہوں۔ دل سے موت کے سر پر آجانے کا یقین کریں۔ اس کے لئے مراقبہ اور دل میں اس کا اثر ہوجانے کی تدابیر کریں۔ اور اللہ پاک کے عطا کردہ اختیار سے ہوش میں آئیں تو کریم آقا نے اس حالت والوں کے لئے بھی بڑی سے بڑی کامیابی کا راستہ کھلا رکھا ہے اگرچہ مہلت کے لمحات محدود ہیں۔ موت کا فرشتہ نظر آجانے پر یہ موقع ایک دم ختم ہوجائے گا اور تلافی کے لئے ایک سیکنڈ بھی نہیں ملے گا۔

ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی، ہمیشہ ہمیشہ کا عیش، اللہ پاک کا تعلق اور رضا حاصل کرنے کے لئے بوڑھوں کو مندرجہ ذیل ترتیب سے اپنا نظام بنانا چاہیئے

عبادت کے لئے فراغت

(۱) خاص طور پر جب عمر ساٹھ سال کے قریب ہوجائے تو ایک دفعہ اکیلے بیٹھ کر یقین کرلیں کہ اب موت سر پر کھڑی ہے۔ مگر جب تک سانس میں سانس ہے دنیاوی ضروریات اور لوازمات سے چھٹکارا نہیں۔ کھانا پینا سونا پڑیگا لیکن اب مجھے لمبی امید، تکبر اور شان کی باتیں چھوڑ دینا چاہیئے۔ عاجز فقیر محتاج تو حقیقت میں ہم ہیں ہی اگر کوئی دوسرا بھی ایسا سمجھ لے تو پرواہ نہیں۔ لہٰذا ہر قسم کا فکر حتیٰ کہ اشد ضروری کھانے پینے کے انتظام کا فکر بھی دل سے نکال دے (بدنام زمانہ بچاری دو روٹی بلکہ آدمی روٹی کا جھوٹا فقرہ اور وہم دل سے نکال دے۔)

اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ عالی کے جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، جوان بوڑھے سب مخاطب ہیں۔ ہم نے یہاں یہ حدیثِ پاک اس لئے نقل کی کہ اگر جوانی میں عمل نہ ہوسکا تو اب بھی موقع ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الله تعالیٰ يقول يَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًی وَاَسُدَّ فَقْرَكَ وَ اِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا	حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا میں تیرے سینے کو غنا سے پُر کردوں گا اور تیرے فقر کو زائل کردوں گا۔ اور اگر تو ایسا

وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ (رواہ احمد وابن ماجۃ۔ کذافی المشکوٰۃ) نہیں کرے گا تو میں تجھے مشاغل میں پھانس دوں گا اور تیرا فقر زائل نہیں کروں گا۔

ف۔ متعدد احادیث میں مختلف الفاظ سے یہ مضمون وارد ہوا ہے حضرت عمران بن حصین رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ہمہ تن اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو جائے، اُسی کا بن جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ہر ضرورت کو خود پورا فرماتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو روزی عطا فرماتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اسی کی فکر میں ہر وقت رہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو دنیا کے حوالے کر دیتے ہیں کہ تو دنیا سے نبٹ لے۔

حضرت انس رضؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی پوری توجہ اور آخری مقصد دنیا کمانا ہو، اُسی کے لئے سفر کرتا ہے، اسی کا خیال دل میں رہتا ہے، تو حق تعالیٰ شانہٗ فقر و فاقہ (کا خوف) اُس کی آنکھ کے سامنے کر دیتے ہیں (ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہے کہ آمدنی تو بہت کم ہے کیا ہوگا کیونکر گذر چلے گا) اور اس کے اوقات کو (اسی فکر و تردّد میں) پریشان کر دیتے ہیں۔ اور ملتا اتنا ہی ہے جتنا کہ مقدر ہوتا ہے۔ اور جس شخص کی توجہ اور حقیقی مقصد آخرت ہوتی ہے اُسی کے کاموں کے لئے سفر کرتا ہے، اسی کا خیال دل میں رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ (دنیا سے بے نیازی اور بے فکری اور) استغنا اس کے سامنے کر دیتے ہیں۔ اور اس کے احوال کو مجتمع کر دیتے ہیں۔ اور دنیا خود بخود ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ (ترغیب)

خود بخود ذلیل ہو کر آنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مقدر ہے وہ تو آ کر رہے گی اس لئے کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون آچکا ہے کہ روزی خود آدمی کو ایسا تلاش کرتی ہے جیسا کہ موت آدمی کو تلاش کرتی ہے۔ جب وہ خود اس کی تلاش میں ہے، اس کے پاس آنے پر مجبور ہے اور اس کی طرف سے استغنا ہے تو وہ بہر حال اس کے پاس آکر رہے گی۔ اس سے زیادہ ذلت کیا ہو گی کہ وہ خود اس کے پاس آئے اور یہ لاپرواہی برتے۔ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس چیز کی طلب میں لگ جائے جو اللہ تعالیٰ شانہ کے پاس ہے، آسمان اس کا سایہ ہو، زمین اس کا بستر ہو، دنیا کی کسی چیز کا اس کو فکر نہ ہو تو ایسا شخص بغیر کھیتی کئے روٹی کھائے گا۔ بغیر باغ لگائے پھل کھائے گا۔ اللہ پر اس کا توکل ہو اور اس کی رضا کی جستجو میں لگا رہتا ہو اللہ جل شانہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو اس کی روزی کا ذمہ دار بنا دیتے ہیں۔ وہ سب کے سب اس کو روزی پہنچانے کے کوشاں رہتے ہیں۔ اس کو حلال روزی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے اور وہ بغیر حساب کے اپنی روزی پوری کر لیتا ہے۔ (درمنثور)

ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابنِ عباس رضا ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ خیف (منیٰ کی مسجد) میں وعظ فرمایا اس میں حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا مقصد دنیا بن جائے حق تعالیٰ شانہ اس کے احوال کو پریشان اور منتشر کر دیتے ہیں اور فقر (کا خوف) ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور دنیا تو جتنی مقدر ہے اس سے زیادہ

ملتی نہیں۔

اِن شاء اللہ مقدور کا رزق بغیر فکر اور بغیر ذلت کے ضرور بالضرور خود بخود مل جائے گا۔ اور اگر اس کا یقین نہیں تو اس بے یقینی کی ذلت میں ذلیل ہو کر مرتا رہے۔ یہ تحریر ان ذلیلوں بیوقوفوں کے لئے نہیں ہے۔

جھوٹی غیرت کے پردہ میں حرص و تکبّر

ساٹھ سال کی عمر پر جو لوگ دنیاوی مشاغل کی وجہ سے موت کی تیاری اور سرمایۂ آخرت جمع کرنے کے لئے بالکل فارغ نہیں ہوتے ان کی تعداد بہت ہے اس لئے اس مسئلہ کی کچھ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے۔

اس عمر والوں کی دنیا میں مشغولی کی وجہ اور اصل مرض وہی ہے جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں مروی ہے:۔ کہ بوڑھے آدمی میں دنیا کی محبت (حرص) اور لمبی امیدیں جوان ہوتی جاتی ہیں جس کی تفصیل پہلے گذر چکی۔ دوسری وجہ تکبر اور اپنی آن بان ہے۔ کیونکہ جوانی میں اس مرض کا علاج کروایا نہیں کہ اس مرض کا مادّہ ہر ایک میں ہوتا ہے۔ اس عمر والوں میں کئی قسم کے حضرات ہوتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو جوانی میں ملازمت کرتے تھے اب ان کو حسبِ ضرورت پنشن مل جاتی ہے۔ اور کچھ وہ ہیں جو جوانی میں کاروبار سے جائیداد بنا لیتے ہیں۔ جس کی آمدنی سے گذارہ ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ کچھ رقم جمع کر لیتے ہیں جو مشکل وقت کے لئے محفوظ رکھی رہتی ہے اب اس کو استعمال کرنا شروع کر دیں۔ مشکل وقت کونسا آئے گا۔ مرض الموت میں

تو وہ رقم اپنی ملک سے ہی نکل جاتی ہے۔ اس وقت کوئی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی وصیت کرنا چاہے تو صرف تہائی مال سے کر سکتا ہے۔ باقی تو وارثوں کا ہو گیا۔ بعض حضرات کی اولاد کا ماشاء اللہ اچھا روزگار ہوتا ہے وہ ماں باپ کی خوشی اور آسانی سے خدمت کر سکتے ہیں اور ان سے باپ کو خدمت لینے کا حق حاصل ہے۔ ان کا مال حلال اور طیب ہے۔ اس میں کچھ برائی نہیں۔ بچوں کو مفید مشورے دے دینا اور سرپرستی کرنا ہی والدین کا بڑا کام ہے مگر اپنی اندرونی حبِ مال، حرص اور تکبر کو چھپانے کے لئے ایسے حضرات اکثر بڑے غصے سے کہا کرتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کے محتاج کیوں بنیں؟ ہم ان سے کچھ نہیں لینا چاہتے۔ حالانکہ آج کل جو کمائیاں کرتے ہیں اس میں سو شرعی قباحتیں، ذلتیں ہوتی ہیں جن کو برداشت کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی پر سودی قرض ہو جو کہ موجب غضبِ الٰہی ہے۔ بعض ایسے مقروض قرض کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینے کو اپنی توہین سمجھ کر انکار کر دیتے ہیں۔ اور قرض کی ذلت برداشت کر لیتے ہیں۔ اگر ایسی ہی اکڑ تھی تو پہلے قرض ہی نہ لیتے کیونکہ ایسے قرض اکثر فضول خرچی کے لئے ہوتے ہیں۔

ہم نے یہاں زکوٰۃ کی مثال بہت سخت دے دی۔ اولاد کی مالی خدمت میں طرفین کی عزت ہے، برکت ہے۔ شرعاً و عرفاً کوئی قباحت نہیں صرف کبر ہی مانع ہے۔ جو شخص تحصیلِ مال کے لئے نہیں بلکہ عبادت کے لئے مسجد میں بیٹھے اور رزق کو اللہ تعالیٰ کے ذمے سمجھے اس نے کیا برائی کی۔ کیا سید الکونین، فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

ہدایا اور تحائف قبول نہیں فرمائے اور اسی طرح کبار اولیاء عظام کی اکثریت کی معیشت کا حال سب کو معلوم ہے۔

اس قسم کے لوگ کمائی میں کھپنے کا ایک بہانہ یہ بھی کیا کرتے ہیں کہ صاحب ہم کو بے کار رہنے کی عادت نہیں۔ ابھی ہم میں طاقت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ پاک آپ کو مزید ہمت اور طاقت دے بیکار رہنے کے لئے ہرگز نہیں کہا جا رہا بلکہ خوب جان کھپانے کے لئے عرض کیا جا رہا ہے۔ مگر بجائے گارے مٹی اور لغو مشغولیت کے مقصدِ حیات یعنی عبادت میں محنت کیجئے۔ سید الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت کے ساتھ ہزار سال مجاہدہ کرے تو نفع نہیں ہوگا۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

(۲) باطنی اعمال و کیفیات کی وہ حالت جو بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد مشکل سے حاصل ہوتی ہے یہ حالت صرف ایک بات کو اختیار کرنے سے آسانی سے حاصل ہو جائے گی وہ بات یہ ہے کہ "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" کی حالت بنالو۔ یعنی بالکل مُردوں جیسے ہو جاؤ قبل اس کے کہ موت آئے۔ اور بموجب حدیثِ پاک ان لمحات کو ایسے گذار دو جیسے مسافر یا راہ گزار درخت کے نیچے گذارتا ہے۔ یہ حکم صرف بوڑھوں کے لئے نہیں بلکہ حدیثِ پاک میں سب کو دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس طرح دنیا کے کام کیسے چلیں گے۔ کوئی اس مجرّب حکم کو بجالاکر اس کا کرشمہ دیکھے کہ دنیا کے کام پہلے سے اچھے اور شان سے چلیں گے۔ اس کی تفصیل بزرگانِ دین سے سمجھیں اور عمل کر کے نفع اٹھائیں

قلبی اعمال

(۳) ذیل کی ترتیب کے ساتھ قلبی اعمال کو اختیار کریں جس میں جسمانی مشقت نہیں صرف خیال ہی کرنا ہے۔

پہلا عمل توبہ ہے کہ گذشتہ ساری زندگی کے چھوٹے بڑے، ظاہری، باطنی گناہوں سے توبہ کریں۔ یعنی کوئی مطلب سوائے خدا کے نہ ہو۔ جیساکہ موت کے وقت ہوجاتا ہے۔

دوسرے زہد۔ دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ جیساکہ موت کے وقت ہوجاتا ہے۔

تیسرے توکّل۔ یعنی اسبابِ ظاہری کو بھی ترک کردے۔ جیساکہ موت کے وقت ہوجاتا ہے۔

چوتھے قناعت۔ یعنی نفسانی اور شہوانی خواہشوں کو ترک کردے جیساکہ موت کے وقت ہوجاتا ہے۔

پانچویں عزلت۔ یعنی لوگوں سے کنارہ کشی اور انقطاع کرے جیساکہ موت کے وقت ہوجاتا ہے۔ یہ انقطاع بیمار بوڑھا آدمی دل سے کرے گا ظاہری طور پر اس کو اپنے بچوں اور خادموں میں سے کسی ایک کے پاس رہنے

کی ضرورت ہوگی۔یعنی خلوت درانجمن کی سی صورت ہوگی۔
چھٹے توجہ۔جس طرح موت کے وقت اللہ ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کے تمام اغراض بخشش، رحمت، کرم وغیرہ سب اللہ ہی سے متعلق ہوتے ہیں۔
ساتویں صبر۔یعنی ساری لذات کو چھوڑ دے۔جیساکہ موت کے وقت ہوتا ہے۔
آٹھویں رضا۔یعنی اپنی رضامندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضا پر راضی رہے جیساکہ موت کے وقت ہوتا ہے۔
نویں ذکر۔یعنی اللہ کے ذکر کے سوا تمام اذکار کو ترک کر دے جیساکہ موت کے وقت کرتا ہے۔
دسویں مراقبہ۔یعنی اپنی تمام قوت واختیار کو چھوڑ دے جیساکہ موت کے وقت ہوتا ہے۔

یہ تمام اعمال ارادہ اور نیت سے متعلق ہیں۔ان میں مشقت نہیں۔نہایت کمزوری اور آخری وقت میں بھی ہوسکتے ہیں۔اور اگر کچھ صحت اور قوت میں ایسی حالت بنالے تو زندگی کے تمام لمحات بیش قیمت ہوجائیں۔چاہے اس طرح چند سالوں کی مہلت مل جائے تو دنیا سے مالا مال ہوکر جائے۔راقم الحروف کو ایسے حضرات کی زیارت وخدمت نصیب ہوئی ہے جنہوں نے ساری زندگی اس حال میں گذار دی۔اور بڑی عزت وراحت اور پاکیزگی سے گذاری۔
کچھ کھا چھڈ کچھ ونڈ چھڈ کچھ کر لے یاد رحمٰن نوں ایڈا مان نہیں چاہی دا قبرے مہمان نوں

گذشتہ اوراق میں بیان کردہ مضمون کی مزید

توضیح و تشریح

ماخوذ از حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت رح

حضرت ڈاکٹر عارفی صاحب رح نے اپنے ایک معتقد کو جو دنیاوی پریشانیوں سے گھبرا کر زندگی سے بیزار تھے، ایک مکتوب تسکین لکھا جو کہ ہماری ترتیب تحریر کا حاصل ہے اس مکتوب تسکین القلوب کا اکثر حصہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت ڈاکٹر صاحب رح کے اجر کو بڑھائے اور امت میں ان کے فیوض جاری رہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رح فرماتے ہیں۔

جیسی جیسی عمر بڑھتی جارہی ہے اور فطری و بشری ضعف و نقاہت معذورات کا اضافہ ہوتا جارہا ہے اسی طرح ان کے (یعنی اللہ کریم کے) انداز پرورش میں حسب ضرورت تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ جسمانی انحطاط ایک فطری امر ہے اور بشریت کے لوازمات میں ہے اور جو آخری عمر تک اضافہ پذیر ہوتا رہتا ہے۔ لیکن بقائے قوتِ روحانی اور ایمانی جو حیاتِ دنیوی کے لئے بھی ضروری ہے اور حقیقتاً سرمایۂ آخرت ہے، اس کے قائم رکھنے کے لئے بھی اللہ تعالےٰ اپنی شانِ ربوبیت سے ہر حال میں ہمارے لئے ہر ضروری چیز مہیا فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ جب جسمانی انحطاط پیدا ہوجاتا ہے تو بہت سے ظاہری اعمال یعنی فرائض و واجبات

سے بھی ہم کو غیر مکلف بنا دیا جاتا ہے مگر باطنی اعمال کا اہتمام اور شدید و قوی کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے اس حیاتِ دنیوی میں خواہ کتنا ہی انحطاط اور ضعف جسم میں ہو جاتا ہے اعمالِ باطنی میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اعمالِ باطنی کیا ہیں؟

یہ وہ اعمال ہیں جن سے روح کو اور ایمان کو قوت پہنچتی ہے اور اپنے ربِ حقیقی کے شانِ ربوبیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اعظم انعامات، جنت میں جانے کی صلاحیت و قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کا حاصل کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔ اعمالِ باطنی سے قبل یہ بات سمجھئے کہ اس وقت آخر عمر میں حالاتِ زندگی کیا ہیں۔ یہی ہیں کہ دل کمزور، دماغ کمزور اور اعصاب کمزور، ہاضمہ کمزور، غرض کہ تمام اعضاءِ رئیسہ کمزور۔ طبیعت میں پستی، ہمت اور طاقت کا فقدان اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف افکار اور پریشانیاں کچھ اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے اور اعزہ و احباب کے متعلق فکر و اہتمام اس کے علاوہ اپنے اور غیروں سے کچھ تلخیاں کچھ ناگواریاں، کچھ صدمات، کچھ سانحات کے اثرات وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میری اس زندگی پر متصرف کون ہے، کس کی مشیّت میرے ساتھ وابستہ ہے۔ میرے ہی پروردگار کی مشیّت کارفرما ہے، جو بہت ہی بڑے رحیم و رحمان ہیں اور حکیم علی الاطلاق ہیں جو میرے وجود کی پرورش فرما رہے ہیں۔ اب اس عمر میں جسمانی قویٰ کی

پرورش اسی قدر کافی ہے کہ جب تک اس کی مشیت میرے جسمانی وجود کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ لیکن حیاتِ آخرت کے لئے روحانی پرورش نہایت ضروری اور اشد ہے اور یہ میری موجودہ جسمانی انحطاط کی حالت سب اُسی روحانی قوت کی پرورش کا سازو سامان ہے۔ یعنی اسی پر احساسِ زندگی اور احساسِ بندگی منحصر ہے۔ اور یہی عالمِ عجز و نیاز ہے جبکہ مسلمان إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کا مصداق بنتا ہے۔ ایامِ جوانی میں جبکہ مجھکو اپنی حیاتِ روحانی کو قوی بنانے کے امکانات زیادہ تھے اور جسمانی طاعات وعبادات سے روح اور ایمان کو تقویت پہنچائی جا سکتی تھی، وہ وقت میں نے بڑی غفلت سے بسر کیا اور نفس و شیطان سے مغلوب ہو کر اپنی روح اور ایمان کو ضعیف اور مضمحل کر ڈالا۔ روح اور ایمان کی بقا و قوت سے ناواقف رہا۔ اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میرے پروردگار نے اس حالتِ ضعیفی میں جن مجبوریوں میں اور معذوراتمیں مجھ کو مبتلا کیا ہے یہ کس قدر رحمت و شفقت کا معاملہ ہے جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جسمانی انحطاط تو قانونِ قدرت کے مطابق ہونا ہی چاہیئے تھا۔ روح میں ترقی و قوت یہ بھی تقاضائے فطرت ہے۔ کیونکہ یہ روح کی قوت و صحت سرمایۂ آخرت ہے جو مقصود و غایتِ کائنات حیاتِ انسانی ہے۔ اب یہ اس زمانے میں جبکہ جسم میں انحطاط ہے اور اعمالِ جسمانی کے لئے معذورات

ہیں تو پھر اعمالِ باطنی کی سخت ضرورت ہے تاکہ روح اپنی غذا قوت وبقاء حاصل کر سکے ۔ یہی اعمالِ باطنی ہیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں صبر وشکر، استغفار وغیرہ ۔ اب یہی شکر ہے جو ابتدا ہی سے جس کا ادا کرنا ہم پر واجب ہے اور اس کا ہم نے ایام شباب میں اور آج تک حق ادا نہیں کیا ۔ اور ہماری روح اس غذائے خاص سے محروم ہی رہی ۔ یہی صبر ہے جس کی اہمیت ہم نے کبھی نہ سمجھی اور ہمیشہ بے صبری اور حالاتِ ابتلاء میں شکوہ وشکایت کی عادت رہی ۔ یہی استغفار ہے کہ جس کی اہمیت ہماری نظر میں کبھی نہیں ہوئی اور ہماری روح مختلف قسم کے معاصی سے مجروح اور مضمحل ہوتی رہی ۔ اب یہ وقت جبکہ ہمارا وجود ابھی قائم ہے ان تمام نقصانات کی تلافی کا ابھی وقت ہے ۔ ورنہ یقیناً انجامِ آخرت کے لحاظ سے خسرانِ عظیم ہے ۔ ان تمام امور کی اہمیت اور ضرورت روح کی پرورش کے لئے اس قدر اشد ہے کہ یہ تینوں امور ہم پر واجب کر دئے گئے ہیں ۔ ان امور کی تفصیل زیادہ طویل ہوگی ۔ اس لئے مختصر بات یہ ہے کہ صبر وشکر اور استغفار کا مراقبہ اور استحضار دائماً والتزاماً کیا جائے تاکہ روح کی پرورش کی تکمیل ہو اور وہ اپنا مقامِ فطری حاصل کرے اور اگر یہ ہر وقت ممکن نہ ہو تو کچھ وقت مقرر کیا جائے ۔ ان امور کا استحضار وتکرار کیا جائے ۔ ان شاء اللہ جس قدر بھی اہتمام کیا جائیگا، قلب اور روح کی صلاحیتیں اور استعداد درست ہوں گی اور مقصودِ

حیات حاصل ہوگا۔ مثلاً شکر کے مراقبے کے لئے یہ چند امور پیشِ نظر رکھے جاویں۔ مثلاً بغیر کسی استحقاق کے دولتِ اسلام و ایمان کا حاصل ہونا۔ ماں باپ کے آغوشِ شفقت میں پرورش پانا، علومِ ظاہری کی تعلیم و تربیت کا ہونا، ذریعۂ معاش کا بقدرِ کفایت آسانی سے میسّر ہونا پھر اپنے اعضاءِ جسمانی کا صحیح اور درست ہونا اور اسی طرح ہزاروں نعمتیں جو ہمارے گردوپیش ہمہ وقت موجود رہی ہیں ان کا استحضار کرنا، اور اپنے ماحولِ زندگی کا اکثر و بیشتر حسبِ دل خواہ ہونا۔ اسی طرح امورِ صبر پر غور کیا جائے۔ مثلاً اپنے جسم کی غیر اختیاری مجبوریاں، بیماریاں، خاطر خواہ سامانِ راحت کا فقدان، ماحول کے اثرات، دوسروں کے معاملات میں ناگوار تلخیاں وغیرہ وغیرہ۔ ان سب کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا۔ اور صبر کرنیوالوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے وعدے فرمائے ہیں، اپنی معیّت، رحمتوں اور مغفرتوں کی بشارتیں، ان کا طلبگار اور امیدوار رہنا، اور ان امور کو کفارۂ سیئات اور ارفع درجات ہونے کا یقین رکھنا۔ اسی طرح استغفار کو اپنا شعارِ زندگی بنانا۔ اپنی پچھلی زندگی میں جن غفلتوں، معصیتوں، کوتاہیوں اور حق تلفیوں کا ارتکاب ہوچکا ہے اس کی تلافیٔ مافات کا اہتمام کرنا اور جس کی تلافی ناممکن ہو اس کے لئے توبۃ النصوحہ اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت و پناہ مانگنا، اور پناہ مانگنا اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کے فتنوں سے، انقلابات کے نقصانات سے۔ ارضی سماوی آفات و حادثات، سانحات سے اور آفاتِ ناگہانی

سے پناہ مانگنا بھی سب عبادت ہے۔ اور یہی سب کچھ سرمایۂ آخرت ہے جس کے مہیا کرنے کے لئے ہم مکلف ہیں۔

ہلکے پھلکے مگر بے حد قیمتی بدنی اعمال

ان اعمالِ باطنی کے ساتھ ساتھ اس ضعیفی کی حالت میں جس قدر بھی توفیق ہو اور جس قدر بھی تحمل ہو تو کچھ نوافل اور کچھ ذکرِ لسانی کا اہتمام رکھنا بھی ضروری ہے۔ مسنونہ نمازیں تہجّد، اشراق، چاشت، اوّابین اور صلوٰۃ التسبیح (ایک صلوٰۃ التسبیح صغریٰ ہے جو بہت آسان ہے اسی کو روز پڑھ لیا کریں) جس قدر آسانی سے تلاوتِ کلامِ پاک ممکن ہو، ورنہ جس قدر آیاتِ قرآنی زبانی یاد ہوں، ان کا وِرد رکھنا بھی بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس کے علاوہ ذکرِ لسانی، تسبیحاتِ مسنونہ، کثرت سے استغفار، کثرت سے وردِ کلمہ طیبہ، درود شریف (ایک افضل درود شریفوں کا مجموعہ، چہل حدیث" درود و سلام" بھی ہے اسی کو معمول بنالیں) استغفار میں چاہے صرف اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اور درود شریف میں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یا صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پڑھ لیں۔ اسی طرح آیتِ کریمہ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ان سب کے فضائل بھی رسالہ "فضائلِ ذکر" میں کسی سے سنتے رہیں۔

اور جب کبھی موقع ملے، اپنی ضروریات، اپنی احتیاج اور اپنی مشکلات

اور اپنی پریشانیوں کے متعلق دل ہی دل میں اللہ تعالے سے باتیں کرنے
کی عادت ڈالی جائے۔ مگر یہ باتیں کرتے میں ادب ملحوظ رہے۔اگر کوئی
عالم دین نہ ہو تو صرف اپنی عاجزی اور مسنون دعاؤں کے مضمون ہی
کی باتیں ہوں۔ مسنون دعاؤں کو معتبر جامع مجموعوں سے پڑھیں۔ بلکہ
ایک ایک دعا کو پڑھیں نہیں اللہ تعالے سے مانگیں۔ چاہے کوئی ایک
ہی دعا ہو کہ مقصد مانگنا اور باتیں کرنا ہے (ایک مجموعۂ مختصر حزب
الاعظمؒ کا بھی ہے)

اور اپنے والدین، آباء واجداد اور اپنے دوست احباب جن کا
انتقال ہو چکا ہے، ان کے لئے دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام
بھی التزاماً رکھا جائے۔ یہ بھی ادائے حقِ محبت کے لئے ہم پر واجب ہے،
اور یہی وقتِ مہلت جو ہم کو نصیب ہے۔ یہ حقِ محبت ادا کر کے ہم کو
سعادتِ اخروی حاصل کرنا ہے۔ اور اگر توفیق ہو تو دینی کتابوں کا
مطالعہ اور دینداروں کی صحبت بہترین رفیق زندگی ہے۔ ضعیفی اور انحطاطِ
عمر کا زمانہ خود ایک ایسی حالت ہے کہ ایک مومن سراپا موردِ رحمتِ
الٰہی بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں جب کچھ نہ بن پڑے صرف معاصی
سے بچتا رہے تو اس کا خاموش رہنا، معمولی ضروریات کے لئے چلتے
پھرتے رہنا یہاں تک کہ سوتے رہنا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے
مسجدوں میں نماز کے علاوہ بھی اعتکاف نفلی کی نیت سے خالی اکیلے
بیٹھے رہیں۔ اسی طرح جہاں مجالسِ ذکر، مجالسِ درود ہوں وہاں بغیر ذکر

کے خالی شرکت کرتے رہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اعمال میں اس کا زیادہ فکر نہ کریں کہ کون سے عمل میں زیادہ ثواب ہے۔ بس اللہ پاک کی طرف لو لگی رہے، زبان سے، خیال سے، سانس سے جس طرح ہو سکے، اللہ پاک کو یاد کریں۔ جس اسمِ مبارک ہیں، جس شغل میں جی لگے وہی کریں۔ چاہے بدلتے رہیں۔

یہ لمحات بہت ہی مغتنم ہیں اور ہر لمحہ افزائش سرمایۂ آخرت ہے۔ گو کما حقہ پورا نہ ہو۔ پھر بھی قابلِ ہزار شکر ہے۔ اگر اس وقت کی ناقدری کی گئی جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطور مہلت ہم کو عطا فرمایا ہے۔ حقیقتہً یہ بڑی کفرانِ نعمت ہے اور خسرانِ عظیم ہے کیونکہ سمجھنے کی بات ہے کہ جب اللہ تعالےٰ حکیم علی الاطلاق ہیں اور ہمارے رحیم و کریم مربّی ہیں پھر یہ ہماری حالتِ شکستہ اور تکالیفِ جسمانی اور دماغی افکار و پریشانی جس میں ہم مبتلا ہوتے رہتے ہیں، مشیّتِ الٰہیہ کا یہ فعل عبث تو نہیں ہے۔ بلکہ یقیناً اور حقیقتہً یہ لمحاتِ زندگی امورِ متذکرہ بالا ہی کے واسطے ہم کو عطا کئے گئے تاکہ ہمارا مقصودِ حیات اور روح کی صلاحیتوں کی تکمیل بدرجۂ اتم ہو جائے اور وہ حیاتِ ابدی و سرمدی کے لئے سرمایۂ خاص بن جائے۔ اس حقیقت کو جان لینے اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہر لمحۂ حیات کو غنیمت اور اہم سمجھنا چاہیئے اور صبر و شکر کے تقاضوں کو پورا کرتے رہنا چاہیئے۔ اگر کوئی بغیر ہاتھ ہلائے، بغیر مشقت کے صرف خالی بیٹھا وقت کا حق ادا کرے صرف

دل کے عمل سے تو ہر وقت اعلیٰ درجہ کی عبادت میں مشغول رہ سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رحم وکرم سے اس عمر کی اہمیت کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ آخر وقت یعنی نزع کی حالت میں ہوش آنے کے بعد بندہ یوں کہتا ہے رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دن کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔) لیکن اس وقت تمنا بندے کے لئے لاحاصل ہے۔ مگر ہم کو یہ مہلت دی گئی ہے جو قابلِ ہزار شکر ہے۔ اس کو انعامِ الٰہی سمجھیں اور اس کا شکر کثرت سے ادا کرتے رہیں کہ ؎

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(ترجمہ) اے فلاں شخص خیر کا کام کر اور عمر کو غنیمت سمجھ، قبل اس کے کہ آواز دیں کہ فلاں شخص نہیں رہا۔ (یعنی اس کی موت کا اعلان کریں)

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(مکتوب تسکین القلوب)

وطنِ اصلی کی مدح اور پڑاؤ کی مذمت میں

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کا کلام

نیک طالع ہیں وہی اے نیک تن — جن کو رغبت ہے سوئے اصلی وطن
ہیں سعادتمند جو سب چھوڑ کر — رکھتے ہیں وہ راہِ اصلی پر نظر
اس وطن میں ہے تجھے جان اک سفر — چوں مسافر چاہیئے کرنا گذر
دیکھ کر اس راہ کی باغ وبہار — کر لیا تو نے وطن ہی اختیار
شہرتن میں اس قدر تو آ پھنسا — اس وطن کو کر دیا دل سے جدا
اس وطن میں ہے جو یہ خود بے وطن — تو پڑا کب تک رہے گا خستہ تن
موڑ منہ اور تن سے جاں کو شاد کر — اپنا تو اصلی وطن آباد کر
چھوڑ کر اصلی وطن اپنا بھلا — کوئی ویرانے میں رہتا ہے پڑا
ہے یہ دنیا خانۂ ویران یار — اس کو ناداں ہی کرے ہے اختیار
ہے یہ ویرانہ سمجھ اور غور کر — الوؤں اور چغدوں کے رہنے کا گھر
ہے یہ جنت واسطے کفار کے — ظالم و فساق و بداطوار کے
اور مومن کو ہے زنداں یہ جہاں — عیش اور آرام زنداں میں کہاں
فکر کر ایسی کوئی اے بے خبر — تاکہ تو اس قید سے ہووے بدر
آشیانہ ہے ترا عرش بریں — تو پڑا ہے قید میں اندر زمیں
چھوڑ کر کے اپنا خانہ زرنگار — اس نجاست پر ہے تو مفتون یار
کیوں خراب آباد میں ہے تو پڑا — دیکھ چل گلزار کی آب وہوا

کب تلک اے شاہباز پر فتوح — تو رہے گا دور از اقلیم روح

حیف ہے صد حیف اے صاحب ہنر — ایسے ویرانے میں کھولے بال و پر

کب تلک اے ہُدہُد شہر سبا — تو رہے گا اس سفر میں بستہ پا

کر کے کوشش بند پا سے دُور کر — اور اُڑا تو آپ کو پھر عرش پر

کیوں پڑا خاکی کنوئیں میں سر کے بَل — گر تو یوسف ہے کنوئیں سے آ نکل

تا عزیزِ مصرِ ربانی ہو تو — جسم سے چھوٹے تو روحانی ہو تو

اس نجاست پر یہ سبزہ دیکھ کر — ہو گیا مفتون تو اے خیرہ سر

ایک دانے کے لئے اے زشت خو — جال میں تو نے پھنسایا آپ کو

واسطے تصویرِ بے جاں کے یہاں — آپ کو رسوا کیا اندر جہاں

بھر رہے ہے دل میں خیالاتِ جہاں — ذکر و فکرِ حق بھلا اس میں کہاں

لوحِ دل سے سب خیالا توں کو دھو — جان سے اک یار پر مفتون ہو

یارِ ہر جائی نہ بن اے بے وفا — خالصًا اک دلربا سے دل لگا

"مُراقبۂ زندگی"

(۵) بندے کی ان چار حالتوں میں کوئی نہ کوئی ایک حالت ہوتی ہے نعمت، معصیت، اطاعت، معصیت۔ یہ حالتیں حسب مقدر جسم پر آتی ہیں۔ ان کا زیادہ تعلق ظاہر سے ہے۔ بس نعمت کے وقت قلب کو شکر میں مشغول کرے۔ زبان سے بھی شکریہ کے الفاظ ادا کرے۔ مصیبت کے وقت صبر کو دل میں لائے۔ اور مقدر پر راضی رہے۔ عبادت و طاعت کی توفیق پر اللہ پاک کے فضل و احسان کا مشاہدہ کرے۔ اس کو اپنی طرف سے نہ جانے بلکہ عُجب سے ڈرے قبولیت کی دعا کرے۔ اور کبھی جب معصیت میں مبتلا ہو تو اللہ کو یاد کر کے چھوٹنے کے لئے ہمت کو کام میں لاکر فوراً چھوڑ کر ندامت اور استغفار کر کے اپنے درجات بلند کرائے۔ مگر مقدر پر راضی رہے سمجھے کہ میں اسی گندگی کے قابل تھا۔ لیکن چونکہ یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا اس لئے ندامت و استغفار بھی کرے۔ ایک دفعہ اچھی طرح توبہ کر کے پھر اسی غم کو لیکر نہ بیٹھے کہ مجھ سے ایسا کیوں ہوا۔ یہ بھی ایک قسم کی بڑائی ہے بلکہ توبہ کے بعد ذکر میں لگے۔ غرض ہر حال میں اللہ پاک کی رضا حاصل کرتا رہے۔ اس کی رضا و قرب کا کوئی ایک دروازہ نہیں۔ وہاں سے جو دروازہ کھلے اسی سے خوشی خوشی داخل ہو کر مقصد حاصل کرلے۔

دینی شعبے بہت سے ہیں۔ ہر کام میں پوری شرکت نہیں ہو سکتی ہے کہ آجکل جامعیت مشکل ہے۔ اس لئے اگر ہر شعبے والوں سے محبت رکھے تو اَلْمَرْأُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے تحت ان مختلف خدام دین کے ساتھ ایک قسم کی معیت ہو کر

ان کے ساتھ شرکت ہو جائے گی۔ اس عمل کا تعلق بھی صرف دل سے محبت اور دعا کرنا ہے۔ اور یہ محبت کرنا تب ہی سچا ہو گا جب باطل سے، غیر سے بغض اور دشمنی بھی دل میں ہو۔ ورنہ مداہنت اور نفاق ہو گا چاہے اس کا نام صلح کلی رکھ لو۔

کتاب کا خلاصہ

یوں سمجھو کہ کتاب ہٰذا ایک نسخہ ہے امراضِ قلبی کا۔ اب اس کی ترکیبِ استعمال بیان ہوتی ہے۔ اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد اس کا فائدہ حاصل کرنے کا یعنی آخرت کا شوق پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دن میں یا رات میں کوئی فرصت کا وقت کرکے کتاب کے سب مضمونوں کو دل میں جمع کرکے خیال ہی کے طور پر یہی یہ سوچا کرے کہ دنیا رنج و تکلیف کا گھر ہے وہ کونسا دن ہوگا کہ وطنِ اصلی یعنی آخرت کی جدائی کے دن ختم ہوں گے اور رحمت کے فرشتے مجھے لینے کو آئیں گے! ور موت سے پہلے کچھ بیماری ہوئی ہوگی تو اس سے میرے گناہ معاف ہوجاویں گے اور پاک صاف ہوجاؤں گا۔ پھر دم نکلنے کے وقت فرشتوں سے وہ خوشخبریاں سنوں گا جو کتاب میں لکھی ہیں اور یوں عزت و آبرو کے ساتھ مجھ کو فرشتے لے جائیں گے۔ پھر قبر میں ایسی ایسی باتیں دیکھوں گا اور بزرگوں کی اور اعزہ و اقارب اور دوستوں کی روحوں سے ملاقات ہوگی اور یوں جنت میں سیر کرتا پھروں گا! ور اگر کوئی میرا عمل باقیات صالحات کی قسم سے ہوگا یا میرے بعد کسی مسلمان بھائی نے میرے لئے دعا کردی تو ان کی برکت سے ان نعمتوں میں اور بھی ترقی ہوتی رہے گی۔ پھر قیامت میں اس طرح آرام و آسانی ہوگی۔ پھر جنت میں ایسی ایسی ظاہری اور باطنی لذتیں ہوں گی۔

غرض فرصت کے وقت یہ سب باتیں سوچ کر مزے لیا کرے اور اگر عذاب کی خبریں یاد آویں تو خیال کرے کہ اس سے بچنا تو ممکن ہے۔ ایسے کاموں سے بچا رہوں جن پر عذاب ہوتا ہے تو عذاب کیوں ہوگا۔ اس شغل اور خیال باندھنے سے آخرت کا

شوق بڑھے گا اور دنیا سے دلچسپی کم ہوتی جائے گی اور بجائے اس کے کہ دنیا سے محبت تھی دنیا سے وحشت اور نفرت پیدا ہونے لگے گی۔ اور جو آخرت سے وحشت تھی بجائے اس کے آخرت سے دلچسپی اور محبت پیدا ہونا شروع ہو گی اور یہ شغل اور تصور علاوہ اس نفع کے خود بھی عبادت ہے اور شریعت میں اس کا حکم ہے اور اس کی فضیلت آئی ہے۔ اس کا ثبوت ان حدیثوں سے ہے۔

حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کیونکہ وہ گناہوں سے صاف کرتی ہے اور دنیا سے بے رغبت بناتی ہے۔

زُمین بن عطا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو موت سے غافل دیکھتے تھے، تشریف لاتے اور دروازے کے بازو پکڑ کر تین بار پکار کر فرماتے:۔

اے لوگو! اے اہلِ اسلام موت تمہارے پاس ضروری اور لازم ہو کر آپہنچی موت مع اپنے متعلقات کے آپہنچی۔ موت انبساط اور راحت اور کثرتِ مبارکہ کے ساتھ آپہنچی اہل جنت کے مقبولانِ رحمٰن کے لئے جن کی سعی اور رغبت جنت میں تھی۔

شرح الصدور میں ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا شہداء کے ساتھ کوئی اور بھی محشور ہو گا۔ آپ نے فرمایا ہاں جو شخص موت کو دن رات میں بیس بار یاد کیا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ جو شخص جس طرح میں نے بیان کیا ہے مراقبہ کیا کریں تو اس کا یاد کرنا موت کو بیس مرتبہ سے زیادہ ہو جاوے گا۔ کیونکہ جو روایات مخل ہیں مراقبہ کا وہ (بیس سے کہیں) زیادہ ہے۔

فهرست مضامين

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بادۂ معرفت

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

بیا کہ قصرِ اَمل سخت سست بنیاد ست — بیار بادہ کہ بنیادِ عمر بر باد ست
غلامِ ہمتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود — ز ہرچہ رنگِ تعلق پذیرد آزاد ست
نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر — کہ ایں حدیث ز پیرِ طریقتم یاد ست
مجو درستیِ عہد از جہانِ سُست نہاد — کہ ایں عجوزہ عروسِ ہزار داماد ست
چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب — سروشِ عالمِ غیبم چہ مژدہ باداد ست
کہ اے بلند نظر شاہبازِ سدرہ نشیں — نشیمنِ تو نہ ایں کنجِ محنت آباد ست
ترا ز کنگرۂ عرش میزنند صفیر — ندانمت کہ دریں دام گاہ چہ افتاد ست
غمِ جہاں مخور و پندِ من مبر از یاد — کہ ایں لطیفۂ نغزم ز رہروے یاد ست
رضا بدادہ بدہ وز جبیں گرہ بکشای — کہ بر من و تو درِ اختیار نکشاد ست
نشانِ مہر و وفا نیست در تبسّمِ گل — بنالِ بلبلِ مسکیں کہ جائے فریاد ست

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ
قبولِ خاطر و لطفِ سخن خداداد ست

(ترجمہ)

آ۔ کہ تمناؤں کے محل کی بنیاد بہت کمزور ہے اور شرابِ معرفت لے آ۔ کیونکہ عمر کی بنیاد ہوا پر ہے۔ میں اس کی ہمت کا غلام ہوں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے ہر اس چیز سے آزاد ہے جو تعلق کا رنگ قبول کرے۔ یعنی ہر شے سے بے تعلق ہے۔ میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں، یاد کر لے اور اس پر عمل کر کہ پیرِ طریقت کی یہ بات مجھے یاد ہے۔ اس کمزور بنیاد والی دنیا سے (یہ امید) عبث ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے گی۔ اس لئے کہ یہ بوڑھی عورت ہزار شوہروں کی دلہن ہے۔ یعنی اس نے ہزاروں سے رشتہ جوڑا۔ اور ان سب سے منہ موڑا۔ میں تجھے کیا بتاؤں کہ کل جب میں میخانہ (معرفت) میں عالمِ مستی میں تھا تو عالمِ غیب کے فرشتہ نے مجھے کیا خوشخبریاں سنائیں کہ اے بلند نظر شہباز سدرہ نشین! تیرا آشیانہ اس محنت آباد (دنیا) کا گوشہ نہیں تجھے تو عرش کے کنگروں سے آواز دے رہے ہیں۔ معلوم نہیں تو کیوں اس جال میں پھنسا۔ دنیا کا غم نہ کھا اور میری نصیحت نہ بھلا۔ اس لئے کہ ایک سالک کا یہ نادر لطیفہ مجھے یاد ہے۔ جو ملا اس پر راضی ہو جا اور پیشانی کے بل کھول دے اس لئے کہ مجھ پر اور تجھ پر اختیار کا دروازہ نہیں کھلا۔ تبسمِ گل میں مہر و وفا کا نشان تک نہیں۔ اس لئے اے بلبلِ مسکین رو کہ یہ فریاد کا مقام ہے۔ اے سست نظم حافظ پر کیوں حسد کرتا ہے اس کا قبولِ خاطر ہونا اور اس کا لطفِ کلام خداداد ہے۔

عرضِ آخر

راقم الحروف نے اس رسالہ کا خلاصہ حضرت حکیم الامت تھانوی رح کی مبارک کتاب "شوقِ وطن" سے نقل کیا۔ اصل کتاب "شوقِ وطن" کو بھی پورا پڑھنا چاہیئے۔ رسالہ ہذا کا مضمون اس سے کچھ مختلف ہے۔ لیکن مقصد واحد ہے۔ اس لئے بطور برکت خلاصہ کے طور پر حضرت ہی کے الفاظ نقل کر لئے۔ اور "تمہید" مستقل مضمون ہے جو عقائد سے متعلق ہونے کی وجہ سے اہم ہے۔

مغفرت اور حُسنِ خاتمہ کی دُعا کا محتاج

محمد اقبال

مدینہ منورہ

مؤرخہ ٦ جمادی الآخرۃ ١٤١٣ھ

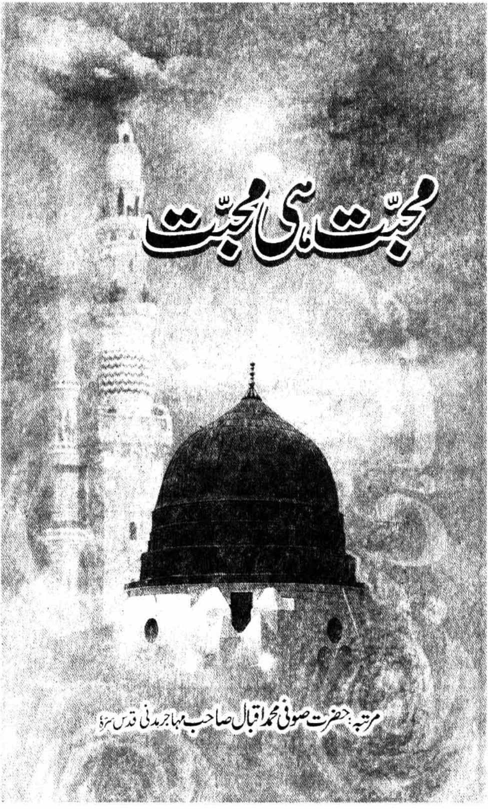
محبت ہی محبت
مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ شَفَاعَتِیْ لِأَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

عصر حاضر کی اہم ضرورت

روٹھے ہوئے خستہ خراب حالوں کو

محبت کے اشارے

اور نازوالوں سے بیزاری و بے نیازی

جو پانچ جمال اور ایک منزل پر مشتمل ہے

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

تالیفات

حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

۱۔ العطور المجموعہ
۲۔ تنویر الابصار
۳۔ مقبول وظیفہ
۴۔ مقبول وسیلہ۔۔۔شفاء الاقسام
۵۔ ربیع القلوب
۶۔ تقدیم وترجمہ جلاء الافہام (باب رابع)
۷۔ میاں دوکریم مع
۸۔ آداب الحرمین
۹۔ حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ﷺ
۱۰۔ چند عبرت آموز واقعات
۱۱۔ محبوب العارفین
۱۲۔ بہجۃ القلوب
۱۳۔ حقیقۃ العلم ترجمہ فضل علم السلف علی الخلف
۱۴۔ مختصر۔الحزب الاعظم
۱۵۔ مجالس ذکر
۱۶۔ محبت کا سودا
۱۷۔ صقالۃ القلوب
۱۸۔ اکابر کا تقویٰ
۱۹۔ اکابر کا احسان وسلوک
۲۰۔ اُم الامراض
۲۱۔ مقدمہ، ترتیب، ضمیمہ، برانوار الصلوٰۃ
۲۲۔ آداب النبی ﷺ
۲۳۔ مجالس درود شریف
۲۴۔ حقوق خاتم النبین ﷺ میں درود شریف کا مقام
۲۵۔ محبت ہی محبت
۲۶۔ محبت ومحبوبیت
۲۷۔ وطن اصلی کی محبت
۲۸۔ تحفہ عشاق
۲۹۔ ابتدائی اذکار واشغال
۳۰۔ شجرہ نقشبندیہ، امدادیہ، خلیلیہ مع طریقہ ذکر
۳۱۔ فیض شیخ
۳۲۔ دنیا میں جنت
۳۳۔ دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت
۳۴۔ ایک نصیحت آموز اور ترغیبی خط
۳۵۔ حضرت شیخ کا ایک اہم گرامہ نامہ
۳۶۔ فضائل نساء
۳۷۔ فضائل لباس
۳۸۔ وصال کے بعد
۳۹۔ ایک عظیم فتنہ
۴۰۔ محبت کے اشارے
۴۱۔ سہاگ رات
۴۲۔ محبت
۴۳۔ بیعت کے بعد
۴۴۔ صاف صاف باتیں
۴۵۔ العمدہ شرح الزبدہ
۴۶۔ ایمان بالرسول ﷺ کے لوازمات
۴۷۔ ابواب سعادت
۴۸۔ دستور العمل برائے خواتین

ناشر
مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ
جامع مسجد ابرار و خانقاہ اقبالیہ جلیلیہ
موبائل: ۰۳۰۰۔۹۲۲۵۵۳۳